بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بصائر للناس وھدیً ورحمۃ لعلّھم یتذکّرون

(القصص)

تبرکات

پیرِ روشن ضمیر، صاحبِ ذکرِ کثیر، شاہد بدرِ منیر

فاضل العصر حضرت مولانا **میاں سیّد عبدُالحیٔ**

عرف حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبۂ دائرۃُ البصائر

قطبی گوڑہ حیدرآباد (الہند)

سنہ ۱۴۱۰ھ م سنہ ۱۹۹۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(القصص)

تبرّکات

پیرِ روشن ضمیر، صاحبِ ذکرِ کثیر، شاہدِ بدرِ منیر

فاضل العصر حضرت مولانا میاں سیّد عبد الحیٔ

عرف حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ:

مکتبۂ دائرۃ البصائر

قطبی گوڑہ حیدرآباد (الہند)

سنہ ۱۴۱۰ھ م سنہ ۱۹۹۰ء

فہرستِ مضامین

نذر

۱- معروضات ۴

۲- مقصودِ حیات ۹

۳- اِمامناؑ کی دعوت اِلی اللہ ۱۷

۴- اِمامناؑ کی مقصودِ رحمت ۲۰

۵- سرچشمۂ رحمت ۲۴

۶- امامنا مہدیٔ موعودؑ تابعِ تام رسول اللہؐ ۳۲

۷- مہدویت روحِ اسلام ۴۲

۸- معجزاتِ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۵۵

۹- صدیقِ ولایت رضؓ ۶۸

۱۰- نظم

نذر

مرشدی و مولائی برادرِ عزیزم میاں سید عبدالحی

عرف حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کا یہ

مجموعہ امامنا و سیدنا، امام آخر الزمان، خلیفۃ الرحمٰن

حضرت سید محمد مہدی موعود، امر اللہ، مراد اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی بارگاہِ قدسیہ میں بصد عجز و نیاز نذر ہے۔

گر دست دہد ہزار جانم

در پائے مبارکت فشانم

(حافظؒ)

نصرت غفرلہ

معروضات

الحمد للہ الّذی ھو قائمٌ بذاتہ لکلّ شیٔ منہ الوجود وحدہٗ لاشریک لہٗ ھوالحی القیّوم الودود۔ والصّلوٰۃ والتحیّات علیٰ افضل الانام محمّدالمصطفیٰ خاتم انبیآئہ وعلی خاتم ولایتہ الّذی کان علی بینۃ من ربّہٖ خلیفۃ الرّحمٰن سمی النّبیؐ الموعود مجیئہ فی اٰخرالزمان وعلی آلھما واصحابھما اجمعین الرّاشدین الصلحین ھم اصحاب الیقین الّذین صعدوا ذروۃ الدّین۔

مرشدی ومولائی وبرادر عزیزم حضرت مولٰنا سید عبدالحی عرف حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر اُن کی تالیفات اور مقالات سے اخذ کردہ یہ مجموعۂ مضامین ایصالِ ثواب کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔ مضامین کا انتخاب قلب وذہن کی زیرباری[1] کے عالم میں اور نہایت عجلت میں کیا گیا ہے۔ جو کچھ بھی ہو سکا ہے بارگاہِ ربّ العزت میں التجاء ہے کہ قارئین کے لئے اس کی افادیت دینی وبرکاتِ ایمانی میں اپنے کرم سے اضافہ فرمائے اور تاثیر بخشے۔ آمین

یقین ہے کہ جواں سال عالمِ دین وعاشقِ مولیٰ کی ان علمی کاوشوں کا اجر اُنکی روحِ پاک کو اُسی کی بارگاہِ عالیہ سے عطا ہوگا۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ (بقرہ)

عزیزی میاں سید عبدالحیؒ کی تقریباً (۴۱) سالہ مختصر سی زندگی شروع سے آخر تک والہانہ عشق ومحبّتِ الٰہی کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بشارات کی بناء پر قبلہ گاہی

---

[1] برادر عزیزم نے ۳ رجب کو رحلت فرمائی اور ۲۵ رجب کو والدہ ماجدہ کا سایۂ عاطفت اُٹھ گیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون ہ

حضرت علامۃ العصر اسعد العلماء مولانا میاں ابو سعید سید محمود رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا نام اپنے پیر و مرشد والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا۔ بچپن ہی میں اپنی جانشینی کے لئے منتخب فرمایا اور بارہ سال کی عمر میں بیعت اور ترک دنیا سے مشرّف فرمایا۔ علومِ دینی کی تعلیم اور آدابِ فقیری کی تربیت بذاتِ خود نہایت اہتمام کے ساتھ فرمائی۔

ابتداء میں حفظِ قرآن مجید کا اہتمام کیا گیا تھا، اساتذہ بار بار تبدیل ہوتے رہے، افسوس ہے کہ ایک استاذ کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ یہ سلسلہ گیارہ پاروں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اسکولی تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی کی گھر پر تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا۔ H.S.C. کا امتحان اعزاز سے پاس کیا۔ لطیفیہ عربی کالج میں علامہ عبد الخالق خاں افغانی سے عربی کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ڈپ، او، ایل۔ بی، او، ایل اور آخر میں ایم، او، ایل کے امتحانات پاس کئے۔ جامعہ نظامیہ میں بھی چند سال تعلیم حاصل کی۔ فاضل الطب کا امتحان حکیم ہبتہ اللہ صاحب جیسے ماہر اساتذۂ طب کی رہنمائی میں کامیاب کیا۔ اپنے حقیقی چچا حضرت ڈاکٹر سید یوسف صاحب مرحوم سابق ڈین ناگپور مڈیکل کالج کے قیامِ ناگپور کے زمانے میں، ناگپور یونیورسٹی سے فاضل کی سند حاصل کی اور علامہ محمد سعید احمد جیسے متبحر عالم سے استفادہ کیا۔

قراءت و تجوید کی سند ڈاکٹر قاری کلیم اللہ حسینی صاحب سابق پروفیسر فارسی جامعہ عثمانیہ سے حاصل کی۔

تعلیمی ریکارڈ اتنا شاندار رہا کہ ہر امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کیا کرتے تھے۔

عربی، فارسی اور اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر کامل عبور رکھتے تھے چنانچہ پروفیسر محمد مجیب کی کتاب "INDIAN MUSLIMS" میں مہدیوں کے تذکرے میں بعض خامیوں پر ایک مبسوط تنقید لکھی تھی جو افسوس ہے کہ شائع نہ ہوسکی۔ عربی ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور کبھی کبھار شعر بھی کہتے تھے۔ علومِ دینیہ میں عموماً اور تفسیر حدیث اور فقہ میں خصوصاً دقیق نظر رکھتے تھے۔ تحریر میں جیسے ید طولیٰ حاصل

تھا، ویسے ہی تقریر کا ملکہ رکھتے تھے اور آپ کا بیانِ حقیقت ترجمان نہایت اثر انگیز ہوا کرتا تھا۔ بچپن ہی سے والدِ ماجدؒ کی سرپرستی میں بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرنا شروع کر دیا تھا۔ پگڑی اور انگرکھے میں ملبوس، متانت اور وقار کا مرقع بنا ہوا یہ نونہال جب خطاب کرتا تو لوگ دم بخود رہ جاتے اور کتاب و سنّت کی دلیل کے ساتھ اُس کے پیش کیے ہوئے ہر نکتے پر بے اختیار دادِ تحسین دیتے!

بچپن سے کھیل کود کی طرف میلان کم تھا۔ صرف پیراکی اور شکار کا شوق رکھتے تھے۔ شکار کا شوق اپنے بزرگوں سے ورثے میں پایا تھا۔

اس مجموعۂ مضامین میں ایک دو مضمون ابتدائی دَور کے بھی شامل کیے گئے ہیں جن سے سنجیدگیٔ بیان، قوتِ استدلال و نکتہ آفرینی کی خصوصیات ظاہر ہیں۔ بعض مضامین وہ ہیں جو تبلیغ کی غرض سے اخبارِ "مہدیا دعوت"، "رہنمائے دکن" اور "منصف" وغیرہ میں شائع ہوتے رہے تھے۔

علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے علمِ لدُنّی سے بھی نوازا تھا اور یہ کمال آپ نے پیرِ کامل کی صحبت و خدمت بالتزام الطُف کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ اپنے پیر و مرشد والدِ ماجد کے دمِ وصال تک خدمت میں مستعد رہے اور خوشنودی سے سرفراز ہوئے، آپ گروہ مبارک کے صحبتی سندی فقیروں میں ممتاز و منفرد مقام کے حامل تھے۔ بعد میں فرائضِ مرشدی بھی اسی شانِ اسد اللہی سے انجام دیئے۔

ذاتی خدمت کے علاوہ علمی اور مجلسی کاموں میں بھی حضرت قبلہ گاہی کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ خصوصاً پانچ سو سالہ جشنِ بیان قرآن کے اجلاسوں میں، پالن پور کی آل انڈیا مہدویہ کانفرنس اور بمبئی کے پہلے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء کنونشن میں آپکی خدمات گراں قدر اور یادگار رہیں۔ تصنیف و تالیف اور تبئیض سے لے کر طباعت و اشاعت کے تمام مراحل میں والدِ ماجدؒ کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ ایک کتاب

کی نقل مکمل ہو جانے کے بعد قبلہ گاہی والدِ ماجد علیہ الرحمہ نے جو چند جملے تحریر فرمائے ہیں، ملاحظہ ہوں،

هو الموفق والمعين،

"قلمی کتاب ..... کی نقل برخوردار میاں ابوالفتح سید نصرت سلمہ اللہ نے اس فقیر کے حکم و اجازت سے کی اور اُس کی صحت النقل کے لیئے قرأت و سماعت کا کام خود اس فقیر نے اپنے جانشین فرزند مولوی میاں سید عبدالحی کی مشارکت سے انجام دیا ہے اور کام کے دوران، بعض اہم مقامات کی تفہیم بھی کی گئی تا کہ غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان دونوں فرزندوں کے ذوق و شوق کے مراحل میں ترقیاں عطا ہوتی رہیں تا کہ مدعائے حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام بفضل خدا و بطفیل مرشدینِ سلسلہ حاصل ہوں، دونوں کی عمریں دراز ہوں اور دین اور دائرہ کے تمام اُمور کی انجام دہی میں دونوں کی مشارکت و معاونت باہمی جاری رہے۔ آمین ثم آمین

(شرح دستخط) فقیر ابوسعید سید محمود غفرلہٗ

۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

م ۲۱ر اکٹوبر ۱۹۷۹ء یوم یکشنبہ

بعد ظہر"

برادرِ عزیزم میاں سید عبدالحیؒ نے والدِ ماجد کی وصیتوں اور ہدایات کو آخرِ دم تک پیشِ نظر رکھا۔

حضرت ممدوحؒ کی زندگی کی دو بڑی آرزوئیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ تبلیغِ دین کا کام بڑے پیمانے پر شروع کریں (اگرچہ کہ چیدہ چیدہ لوگ اُن کے ہاتھ پر اسلام و تصدیق سے مشرف ہوتے رہتے تھے اور آخری دِنوں میں دو حضرات نے یہ شرف حاصل کیا تھا)۔

ان کی دوسری شدید آرزو شہادت پانے کی تھی۔ جامِ شہادت نوش کرنے کے وہ اُسی طرح بے چینی سے منتظر رہا کرتے تھے، جیسے کوئی مصلّی مسجد میں نمازِ باجماعت کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہو۔ ایک حدیثِ شریف کی رو سے ایسا منتظرِ جماعت اُسی ثواب کا مستحق ہوتا ہے جو حالتِ نماز میں اُسے عطا ہوتا ہے۔ اس آلودۂ عصیاں کی التجاء ہے کہ بارگاہ خداوندی سے اُن کی روحِ مبارک کو اُن کے شوقِ شہادت کا اجر ثوابِ شہادت کی صورت میں عطا ہو آمین۔

حدیثِ شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ عالِم کے قلم کی سیاہی روزِ قیامت شہداء کے خون کے ساتھ تولی جائے گی۔

دُعاء ہے کہ حضرتِ ممدوح کے اس جہاد بالقلم کو شرفِ قبولیت عطا ہو۔ آمین

اللہ حضرت کے پس ماندگان اور ہمارے دائرے کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین

فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

لاشئ محض

ابو الفتح سید نصرت غفرلہ

مقصودِ حیات

امامنا حضرت سید محمد مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں

ہر انسان دانستہ یا نادانستہ طور پر اپنا ایک مقصود حیات معیّن کر لیتا ہے اور اس کے قلب او نگاہ کے اقدار بھی اُسی ڈھنگ کے ہو جاتے ہیں اپنے مقصود کو پانے میں کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے۔ اور کبھی ناکام رہ جاتا ہے۔ اگر وہ خدا کو اپنا مقصود بنائے تو طالب خدا یعنی دیندار بن جاتا ہے آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء و مرسلین اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں بھیجے گئے ان سب کی بعثت کا مقصد یہی رہا ہے کہ انسان دینِ خدا سے بصیرتِ ایمان حاصل کرے اور توحید کے ابتدائی مراحل سے لے کر انتہائی منازل طے کرے۔ حتیٰ کہ مقرّبِ بارگاہ بن کر اس دنیا میں اور آخرت میں بھی اپنے رب کے وصال اور دیدار سے مشرف ہو۔ انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں لہٰذا اشرف المخلوقات ہونے کا کمال یہ ہے کہ انسان، فرشتوں بلکہ مقرّبین بارگاہِ الٰہی فرشتوں سے بھی اشرف ہوا۔ یہ شرف انسانِ کامل، افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ اور مشکوٰۃِ نورِ محمدیؐ سے فیضیاب ہونے والوں

کو بھی اس میں سے فیضان ملا ہے۔ اور ملتا رہے گا۔ محدثین کرام میں مشہور حدیث جبرئیل ؑ سے ظاہر ہے کہ اسلام، ایمان، اور احسان، دین کی تین اہم منازل ہیں۔ اس طویل حدیث کے اوآخر میں آنحضرت صلعم کا ارشاد ہوا کہ

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی تو عبادت اس طرح کر کہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو خدا کو نہیں دیکھ سکتا ہو تو، بیقین رکھ کہ، خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اسلام اور ایمان کے مدارج و منازل بلند ہوتے ہوئے احسان کی منزل نصیب ہوسکتی ہے۔ مومن کی ابتداء بھی لا الہ الا اللّٰہ ہے انتہا بھی لا الہ الا اللّٰہ ہے۔ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی آزمائش کے لئے کسی نے عرض کیا کہ توریت، زبور، انجیل اور فرقان، ان چاروں کتب سماویہ کا مقصد ایک ہی جملہ میں بیان فرمایئے!؟

حضرت امامنا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ مراد توریت، و زبور، و انجیل و قرآن درین یک کلمہ لا الہ الا اللّٰہ است۔ یعنی توریت و زبور و انجیل و قرآن کی مراد اس چھوٹے سے کلمہ لا الہ الا اللّٰہ میں ہے۔

آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء و مرسلین آئے ہیں وہ سب اسی کلمۂ لا الہ الا اللّٰہ کی تعلیم کے لئے دنیا میں بھیجے گئے۔ حضرت امامنا سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے بھی اسی کلمۂ لا الہ الا اللّٰہ کی تعلیم خدا کے حکم سے ابتدائی مراحل سے لے کر انتہائی مراحل تک دی۔ تاکہ مومن فنافی اللہ و بقا باللہ کے مقام سے مشرف ہو۔ اور یہ مقام مومن کامل کا مقام ہے جہاں پہونچ کر وہ تجلیات الٰہیہ کے انوار سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام نے ہر منزل میں شریعت کی پابندی اور استقامت لازم فرمائی ہے اور ایسی اعلیٰ تعلیم دی کہ جذب و سلوک اور فنائیت کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل میں بھی شریعت محمدیؐ کی سر مو خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔ ہر مومن کا اصل مقصد یہی ہونا چاہیئے کہ اس دو روزہ زندگی میں اس منزل پر بفضل خدا پہونچے۔ جب مومن اس کو اپنا مقصودِ حیات بنا لیتا ہے تو بفضل خدا اس کے قلب و نگاہ کے اقدار میں بھی ایسی تبدیلیاں آجاتی ہیں کہ اس کا جینا مرنا سب کچھ خدا کے لئے ہو جاتا ہے۔ طلبِ خدا اس کی زندگی کا مرکز و محور بن جاتا ہے۔ ورنہ صرف زبان و عقل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لینے سے اس گوہر مقصود کو پانا دشوار ہے۔ حضرت امامنا علیہ السلام کے ارشادات مبارکہ اس سلسلہ میں رہبر راہ ہیں۔

نقل است کہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ مومن حقیقی آنکس است کی بینا باشد

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ مومن حقیقی وہ شخص ہے جو بینا ہو (صاحبِ دیدار خدا ہو)

بچشم سر یا بچشم دل یا در خواب و اگر ہیچ ندارد و طلب تمام دارد کہ بینائی روزی شود دیدگی بینائی حکم ایمان است (عدل عبدالرشید رضؓ ص ۱۲۹)

چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بینائی بھی حاصل نہ ہو اور پوری طلب رکھتا ہو کہ بینائی روزی ہو تو ایسے مومن پر بھی ایمان کا حکم ہے۔

نیز فرمودند بہ طالب چہ چیز فرض است کہ بداں خدا برسد؟ باز فرمودند

کہ آں عشق است ۔ عشق چگونہ حاصل شود ۔ فرمودند کہ بتوجہ دل دائم بسوئے حق تعالیٰ دارد (ایضاً صفحہ ۱۲۹)

حضرت مہدی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ طالب خدا پر کونسی چیز فرض ہے کہ اُس سے خدا کو پہونچ سکے؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ وہ عشق ہے ۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ عشق کیونکہ حاصل ہوتا ہے جواباً خود ہی نے فرمایا کہ دل کی توجہ سے دل کی توجہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف قائم رکھے ۔

امامنا علیہ السلام کی تعلیم عشق و محبت الہٰی اور طلب دیدار خدا جو آپ نے بہ حکم خدا فرض فرمائی تھی اس کی تاثیر، آپ کی تصدیق و بیعت کرنے والوں پر جو ظاہر ہوئی اس کے ایک ہی منظر سے اہل تقویٰ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔

روایت ہے کہ خراسان (علاقہ افغانستان) کی طرف بہ حکم خدا ہجرت کے دوران امامنا ع نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر اپنے پیچھے آنے والی طالبان خدا کی اُس کثیر جماعت پر نظر مبارک ڈالی جو عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی چلی آرہی تھی ۔ اِس زمانہ میں ہندوستان سے افغانستان کا سفر انتہائی دشوار تھا ۔ یہ مشکل سفر بے زاد راہ، پیادہ پا، متوکلاً علی اللہ ہورہا تھا، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بوڑھے جوان، عورتیں اور بچے سب ہی ہیں ۔ بھوکے پیاسے اکثر برہنہ پا سخت دھوپ میں شوق و عشق خدا کے جوش کے ساتھ ہر قسم کے مصائب بہ خوشی برداشت کرتے ہوئے منزلیں طے کر رہے ہیں امامنا علیہ السلام عاشقانِ خدا کی اِس نورانی جماعت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت ہی سوز و گداز سے عرض کیا ۔

"اے اللہ! تو حاضر و ناظر ہے۔ تو خوب جانتا ہے میرے اور اس جماعت کے حال سے بھی بخوبی واقف ہے۔ میں نے ان کی کوئی محبوب چیز اپنے پاس نہیں رکھ لی ہے، جس کے عشق و محبت میں اس قدر مشقت کو اس جماعت نے اختیار کیا ہو ان کا مجھ پر اگر کچھ حق ہے تو یہی ہے کہ میں ان کو تیری معرفت کی راہ بتلا سکتا ہوں۔ اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان ہوا کہ۔

"اے سید محمدؑ! ہم نے اس جماعت کو بخش دیا ہے۔ ان سب کو ایمان کی بشارت دو"۔ جب وہ پوری جماعتِ کثیر اس ٹیلے کے قریب پہونچی تو امامناؑ نے اس عنایتِ خدا کا اظہار فرما کر سب کو ایمان کی بشارت دی اس دنیا میں دیدارِ خدا کا امکان اور جواز آیاتِ قرآنیہ اور احادیث شریفہ سے بھی ثابت ہے۔ امامنا سید محمدؑ مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کے اولیائے کاملین کا مسلک بھی یہی تھا امامناؑ نے ارشاد فرمایا۔

"ما مذہب بصیراں آوردہ ایم" یعنی ہم نے خدا کے دیدار سے مشرف اولیاء اللہ کا مذہب لایا ہے۔ مثلاً حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رح نے اپنی مشہور تالیف "آداب المریدین" میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ ان آنکھوں سے جو کہ چہرہ پر ہیں۔ اور الٰہی حدقوں سے جن میں روشنائی ہے، اس روشنائی پر اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنھوں نے اس دنیا میں خدا کو چشمِ دل سے دیکھا ہے (اس کے بعد

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ) طالب صادق اور مشتاق واثق حضرت سبحانہٗ و تعالیٰ کے جمال کو اس دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے اس عبارت میں "ہمبریں روشنائی کہ خدا خواہند دید" (یعنے اسی روشنائی پر خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے) تحریر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسی روشنائی پر بصیرت کو غالب فرما دیتا ہے کہ جس سے اس کا دیدار ممکن ہو جاتا ہے۔

اسی لئے امام رازی رحؒ نے ضرار بن عمرو الکوفی کا یہ بیان "تفسیر کبیر" میں نقل کیا ہے۔

وانما یری بحاسۃ سادسۃ تخلقیھا اللہ تعالیٰ بالبصر (تفسیر کبیر الجزء الرابع ص ۱۷)

بے شک ایک چھٹی قوت حاسہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھے گا جسے اللہ تعالیٰ بصر (بینائی) میں پیدا فرمادے گا۔

نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار مومن کی اسی بینائی پر عطا ہونے والی بصیرۃ سے ممکن ہے اسی لئے صاحب رؤیت ذات السبحان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار الٰہی کی شہادتیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں پائی جاتی ہیں۔ اصحاب صفہؓ وغیرہ کا بر صحابہ کرام رضؓ اور بعض تابعین و تبع تابعین اور بعض اولیائے کاملین نے آنحضرت صلعم کی تعلیم کے طفیل، اللہ کے دیدار کا شرف حاصل کیا ہے۔ من احب شیئاً اکثر ذکرہ (جو شخص جس چیز کو زیادہ چاہتا ہے اس کا ذکر اکثر کرتا ہے) اس فرمان رسولؐ کے مصداق جو عاشق خدا ہوتا ہے اس کے

ذکر کثیر کا عامل ہوتا ہے۔ اسی لئے امامنا علیہ السلام نے خدا کے حکم سے ذکر اللہ کو فرض فرمایا ہے۔

غرض مہدی موعودؑ کی بعثت کے بارے میں قرآن مجید میں جو اشارات پائے جاتے ہیں تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر ان آیات کریمہ کی تفسیر کثیر احادیث متواتر المعنی سے ہوتی ہے اس کے مطابق حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے دوران حج بیت اللہ ۹۰۳ھ ہجری میں حرم کعبۃ اللہ میں رکن و مقام کے درمیان اپنی مہدیت موعودہ کا دعویٰ بہ حکم خدا فرمایا۔ پھر ۹۰۵ھ ہجری میں بمقام بڑلی علاقہ گجرات، خدائے تعالیٰ کے تاکیدی حکم سے اپنی مہدیت موعودہ کا دعوائے موکدہ فرمایا۔ اس کی تفصیل کتب سیر مہدویہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ امام علیہ السلام نے اس "دعوئے مہدیت" پر دو گواہ پیش فرمائے۔

ایک کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسرے اتباع رسول اللہ صلعم چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اگر کسے خواہد کہ صدق ما را معلوم کند باید کہ از کتاب خدا و اتباع رسول خدا در احوال و اعمال و اقوال ما را بجوید۔

نیز ارشاد فرمایا۔

ما مذہب نو نیا وردہ ایم، مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ صلعم

اگر کوئی ہماری صداقت معلوم کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ سے ہمارے احوال اعمال اور اقوال میں جستجو کرے یعنی ہم نے نیا مذہب نہیں لایا ہے ہمارا مذہب اللہ کی کتاب (قرآن) اور رسول اللہ صلعم کی اتباع ہے۔

غرض آپ کے اس دعوئے مہدیت پر متعدد سلاطین وقت، جیسے سلطان غیاث الدین خلجی بادشاہ مانڈو، احمد نظام شاہ بادشاہ احمد نگر، زبدۃ الملک حاکم جالور اور ابوالغازی سلطان حسین مرزا شاہ خراسان وغیرہ اور میر ذوالنون صوبہ دار (گورنر) قندھار کے علاوہ اکابر علماء، قاضی اتقیاء و اصفیا اور بے شمار لوگوں نے آمنا و صدقنا کہا اور تصدیق و بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور بہت سارے طالبان خدا، دیدار خدا کے شرف سے مشرف ہوئے۔

حضرت امامنا سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کے دعوئے مہدیت کا آغاز بھی بنیادی دلیل، کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور عمر شریف کے آخری لمحات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اور آیتہ کریمہ

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین

(سورہ یوسف)

کہو اے محمد! یہ میرا راستہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں۔ اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع ہے۔ سبحان اللہ میں مشرکین سے نہیں ہوں۔ پڑھ کر بیان فرمایا اور اپنے دعوئے مہدیت کے ثبوت میں تابع تام حضرت رسول اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت کر کے سکوت فرمایا۔ اس کے چند لمحات کے بعد آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔ لہذا آپ کی یہ دعوت بصیرت، طالبان دیدار خدا کے لئے مژدۂ جانفزا تھی۔ بفضل خدا آج بھی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی۔ جو فلاح و سعادت دو جہاں کا مقصود حیات ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے)۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شائع شدہ۔ اخبار سیاست (آندھرا پردیش) منجانب ادارہ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد، حیدرآباد، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام آخر الزماں خلیفۃ الرحمٰن حضرت بندگی میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کی

دعوت الی اللہ

امامنا وسیدنا حضرت بندگی میراں سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہندوستان کے شہر جونپور میں حضرت سید عبداللہ اور بی بی آمنہ عرف آقا ملک کے گھر ۱۴ جمادی الاول ۸۴۷ھ کو ہوئی۔ چالیس سال کی عمر شریف سے آپ نے بحکم خدا دعوت الی اللہ شروع فرمائی اور ۲۳ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ۹۰۱ھ میں مکہ معظمہ میں حج کے بعد رکن و مقام کے درمیان بحکم خدا دعویٰ مہدیت فرمایا۔ پھر ۹۰۳ھ میں احمد آباد کی جامع مسجد میں دعویٰ مہدیت فرمایا۔ ۹۰۵ھ میں بڑلی کے مقام پر تیسری مرتبہ دعوئے موکدہ فرمایا۔ ۹۱۰ھ میں فراہ (افغانستان) کے مقام پر وصال مبارک ہوا۔ حضور امامنا کی دعوت الی اللہ کا خلاصہ آپ کے ارشاد مبارک سے یہ ہے۔

من کتاب اللہ پیش کردہ ام و خلق را سوئے توحید و عبادت دعوت می کنم و من مامور برائے ایں کارم از حضرت باری تعالیٰ	میں نے اللہ کی کتاب پیش کی ہے اور خلق کو توحید اور عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور حضرت باری تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں۔

(انصاف نامہ باب پنجم)

۹۰۵ھ میں دعوئے موکدہ فرمانے کے بعد علماء، فقہا، سلاطین و امراء اور دیگر عوام الناس کو جو دعوتی مکاتیب روانہ فرمائے ان کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:۔

رقعہ بشہر جاپانیر نوشتند کہ
دراں زماں دار السلطنت ملک گجرات
بودہ مضمونش آں کہ بندہ سید محمد بفرمان
خدائے تعالیٰ دعویٰ مہدیت کردہ ام در
حالتے کہ تمام عقل برجا و صحو است نہ غلبہ
سکر و سہو و من کل الوجوہ صحت داریم نہ
اثر زحمت و آنچہ روزی ماست خدائے
تعالیٰ با اہل و عیال ما می رساند، چیزے
اضطرار فقر و اضطراب زوجیت ہم نیست
مع ذالک بامر اللہ تعالیٰ می گویم کہ ایں ذات
مہدی موعود آخر الزماں است۔"
(مطلع الولایت)

شہر جاپانیر کو رقعہ لکھا کہ اس زمانے میں
یہ شہر ملک گجرات کا دار السلطنت تھا
اس کا مضمون یہ ہے کہ بندہ سید محمد خدائے
تعالیٰ کے فرمان سے مہدیت کا دعویٰ کیا ہے
اس حال میں کہ عقل درست ہے ہوشیاری ہے
اور بھول چوک اور بے ہوشی کا غلبہ نہیں ہے
ہر جہت سے صحت ہے کسی زحمت کا اثر
نہیں ہے اور جو کچھ ہمارا رزق ہے۔ ہمارے
اہل و عیال کے ساتھ خدائے تعالیٰ پہنچاتا ہے
اضطرار فقر نہیں ہے اور زوجیت کے لئے
اضطراب بھی نہیں ہے۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ
کے حکم سے کہتا ہوں کہ یہ ذات مہدی موعود
آخر الزماں ہے۔

یا ایہا الناس اعلموا انی محمد ابن
عبد اللہ سمی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جعلنی اللہ خاتما
للولایۃ المحمدیۃ وخلیفۃ
علی امۃ المکرمۃ فانا المہدی
الذی وعدت بالبعث فی آخر الزمان
وانا الذی کنت مبشراً بالمجیٔ
بلسان رسول الانس والجان، و
انا الذی ذکرت فی صحف الانبیاء
والمرسلین، وانا الذی وصفت
فی زبر الاولین والآخرین ادعوا
الی اللہ علی بصیرۃ بحکم اللہ
وباذن رسول اللہ المنان۔
(القول المحمود)

اے لوگو اس امر کو سمجھ لو کہ
میں محمد ابن عبد اللہ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام ہوں مجھے اللہ
تعالیٰ نے ولایت محمدیہ کا خاتم اور اپنے
نبی کی بزرگ امت پر خلیفہ بنایا ہے۔ پس میں
وہی مہدی ہوں جس کے آخر زمانے میں مبعوث
ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے اور میں وہی ہوں
جس کی خبر رسول الانس و جن کی زبان مبارک
سے دی گئی ہے اور میں وہی ہوں جو پیغمبروں
کے صحیفوں میں ذکر کیا گیا ہوں۔ میں
وہی ہوں جس کی توصیف طائفہ اولین
و آخرین نے کی۔ میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر اللہ
اور اس کے رسول کے حکم سے بلاتا ہوں۔

نیز انؑ مکاتیب میں ارشاد فرمایا کہ

..... بامر اللہ می گویم کہ این ذات
مہدی موعود آخر الزمان است و بر این
مدعا اتباع کلام اللہ و پیروی محمد
رسول اللہ ہر دو شاہد اند۔ پس ہر یکے از
سلاطین و امراء و خواتین و وزراء و علماء
و صلحاء و ہر اجناس خلائق لازم است کہ
آن را تفحص و تحقیق کردہ رفتہ بتصدیق
آورند (مولود شریف)

اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہوں کہ یہ
ذات مہدی موعود آخر الزماں ہے اور
اس مدعا پر اتباع کلام اللہ اور پیروی
محمد رسول اللہؐ ہر دو گواہ ہیں۔ پس سلاطین
امراء، خواتین، وزراء، اغنیاء، علماء و صلحا
اور ہر قسم کی خلائق پر لازم ہے کہ اس پر
غور کریں اور تحقیق کر کے تصدیق کریں۔

نیز آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ

اگر کسے خواہد کہ صدق ما را معلوم کند
باید کہ از کلام خدا و اتباع محمد رسول اللہ
در احوال و اعمال و اقوال ما بجوید و فہم کند
کما قال اللہ تعالیٰ قل ہذہ
سبیلی ادعو الی اللہ علیٰ
بصیرۃ انا و من اتبعنی
و سبحان اللہ و ما
انا من المشرکین۔
(عقیدہ شریفہ)

اگر کوئی ہمارے دعوے کی صداقت
معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ
کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ کے معیار
پر ہمارے احوال و اقوال اور افعال
میں جستجو کرے اور سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے
میں اللہ کی طرف سے بصیرت پر بلاتا ہوں
اور وہ (مہدی) بھی بلائے گا جو میرا تابع
تام ہے سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

و السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ اللّٰھم آمنا نصدیق
المہدی الموعود کما ہو تصدیقہ

شائع شدہ اخبار رہنمائے دکن مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۸۹ء

منجانب ادارۂ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مقصودِ بعثت
مہدئ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

الحمد للہ و المنہ والصلوٰۃ والسلام علی الخاتمین ذی البیّنۃ والجنۃ وعلیٰ آلہما و اصحابہما الذین ھم فازوا بالنفس المطمئنہ ۔

اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید : قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعی وسبحان اللہ و ما انا من المشرکین (سورہ یوسف)

یعنی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے ۔ میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدیؑ) بھی بلائے گا جو میرا تابع تام ہے ۔ سبحان اللہ میں مشرکین سے نہیں ہوں ۔

(اور وہ تابع تام بھی مشرکین سے نہیں ہے جو حدیث رسول اللہ "المھدی منی یقفو اثری ولا یخطی" کی شان مبارک کا مظہر حقیقی اور مظہر اتم ہے)

چنانچہ اس حدیث شریف یقفو اثری الیٰ آخرہ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ "تابع تام" یعنی مہدی موعودؑ میرے یعنی محمد رسول اللہ کے نشان قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا ۔ یعنی معصوم عن الخطا ہوگا ۔

اسی لئے امامنا سیدنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود امر اللہ، مراد اللہ خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "بندہ قدم بہ قدم رسول اللہؐ آمدہ است" ۔ یعنی حضرت امامناؑ نے فرمایا کہ بندہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بہ قدم آیا ہے ۔ ونیز حضرت امامناؑ نے یہ بھی فرمایا ہے اور یہ فرمان ہماری قوم کی مستد اول کتاب "شواہد الولایت" میں مروی ہے کہ

حضرت مہدیؑ کرآت ومرات فرمودند کہ بندہ قدم بہ قدم رسول اللہؐ مستیم ونیز

فرمودند آنچہ اتباع رسول اللہؐ است حق تعالیٰ بے اختیار بندہ می کنا ند (شواہد الولایت باب ۳۱)

یعنی حضرت مہدی نے بار بار فرمایا کہ بندہ رسول اللہؐ کے قدم بہ قدم ہے نیز فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہؐ کا اتباع ہے۔ حق تعالیٰ بندہ کے اختیار کے بغیر بندہ سے کراتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بندہ صاحب بیّنۃ ہے۔ "بینۃ" سے مراد خلیفۂ امام ہمام علیہ السلام حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت نے المعیاد بعض الآیات" میں یہ بیان فرمائی ہے۔

البیّنۃ ھی نور انزل اللہ فی قلبہ یعنی بیّنۃ وہ "نور" ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مہدی موعودؑ کے قلب مبارک میں نازل فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی نور کی بصیرت خاصہ سے وحیٔ بلاواسطہ کے حامل تھے اسی لئے آپ کے بیانِ قرآن پر بھی وحی الہیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ بنا بریں آپؑ کا دعویٰ تھا کہ عُلِّمت من اللہ بلاواسطۃ جدید الیوم" یعنی بندہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے روزآنہ تعلیم بلاواسطہ ہوتی ہے۔

اسی لئے حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ نے فرمایا کہ اتباعِ تام" کے کیا معنی ہیں؟۔ پھر خود آپؓ ہی نے ارشاد فرمایا کہ ای یتبعہ بالوحی یعنی حضرت مہدی موعودؑ حضرت رسول اللہؐ کی اتباع وحی الہیٰ کی بصیرت سے فرماتے ہیں۔ اسی لئے معصوم عن الخطا ہیں اور "تابعِ تام" ہیں۔

چنانچہ حضرت امامنا مہدی موعود الصلوٰۃ والسلام نے حتمی طور پر ارشاد فرمایا ہے :۔

اگر کسے خواہد کہ صدقِ ما را معلوم کند باید کہ از کلامِ خدا و اتباع محمد رسول اللہؐ دراحوال و اعمال و اقوال ما بجوید وفہم کند کما قال اللہ تعالیٰ قل ھذہٖ سبیلی ادعو الی اللہ علی بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہِ وما انا من المشرکین (سورہ یوسف) یعنی حضرت امامنا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارے دعویٰ مہدیت کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ یعنی قرآن مجید اور اتباع رسول اللہؐ کے معیار پر ہمارے

احوال، اعمال اور اقوال میں جستجو کرے اور سمجھئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بصیرۃ پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدیؑ) بھی بلاوے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔ سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔ (ماخوذ از "دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل۔ اسلامیات کی روشنی میں" ص۲ مولفہ پیر و مرشد والد ماجد علامۃ العصر اسعد العلماء حضرت مولانا ابوسعید سید محمود قبلہ رحمۃ اللہ علیہ)

بصیرۃ کی تحقیق

مذکورہ بالا آیۂ کریمہ "قل ھٰذہٖ سبیلی الخ" میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ مبارک سے کہلوایا ہے کہ میں (خلائق خدا) کو بصیرت پر دعوت دیتا ہوں اور میرا تابعِ تام (مہدی موعود) بھی دعوت دے گا (جس کو اللہ تعالیٰ نے اسی کارِ عظیم پر مامور فرمایا ہے)

اب سوال یہ ہے کہ بصیرت کیا ہے۔ بصیرت کی لغوی تحقیق یہ ہے کہ یہ "بینائی" ہے۔ اس کے علاوہ بینائی دل، سمجھ، عقل، عبرت، دلیل اور حجت کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہے (لغات القرآن مطبوعہ لکھنو)۔

حقیقت یہ ہے کہ بصیرت یعنی بینائی کا منتہا دیدارِ الٰہی ہے۔ اسی لئے امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہر کہ خدائے تعالیٰ را بچشم سر یا بچشم دل یا در خواب نہ بیند مومن نباشد، مگر طالب صادق نہ بر وہم حکم ایمان است" یعنی ہر وہ فرد جس نے خدائے تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے یا دل کی آنکھ سے یا خواب میں یا خواب میں نہیں دیکھا وہ مومن نہیں، مگر طالب صادق پر بھی حکم ایمان ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا "تصدیق بندہ بینائی خدا" یعنی بندہ کی تصدیق خدا کا دیدار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن حکمی طالب دیدار خدا ہے اور مومن حقیقی صاحب دیدار خدا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن اور انس (انسان) کی پیدائش کا مقصود یہ بیان فرمایا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی میں نے جن و انس (انسان) کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ عبادتِ الٰہی کا حاصل عرفان ہے۔ خواہ یہ عرفان علم الیقین کے درجہ میں ہو یا عین الیقین کے مقام میں ہو حق الیقین کی منزل میں ہو۔ اسی لئے امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے اس آیت کریمہ

کی مراد یہ بیان فرمائی کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون الا لیعرفون
میں نے (یعنی اللہ) نے جن وانس کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میرا "عرفان" حاصل کریں
اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے اور عرفان کا منتہا
خدائے تعالیٰ کا دیدار ہے۔ خواہ وہ "دیدار ذاتی" ہو یا دیدار صفاتی" ہو۔

اسی لئے صاحب بیّنتہ اللہ وصاحب رؤیۃ اللہ (ذاتی وصفاتی) اماسنا و
سیدنا حضرت سید محمد مہدی موعود تابع تام حضرت محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ
مارا برائے دیدن یار آفریدہ اند ؎ ورنہ وجود ما بہ چہ کار آفریدہ اند
یعنی تاکہ ہمارے معشوق یعنی خدائے تعالیٰ کے دیدار کے لئے اس جہاں میں لایا گیا ہے ورنہ
ہمارا وجود اور کسی کام کے لئے ہوا ہے۔ پس اماسنا وسیدنا حضرت سید محمد مہدی موعود صلی اللہ
علیہ وسلم کا "مقصود بعثت" یہی کار عظیم اور یہی امر عظیم ہے کہ خود آپ جو ازل سے
منور ہوتے جائیں اور پھر دوسروں کو منور کرتے جائیں۔ مطلب یہ کہ دیدار خدا مقصود
بعثت ہے۔ اس سلسلہ میں خود حضرت محمد رسول اللہ کے دیدار الہیٰ کے تعلق سے کہا
گیا ہے کہ ؎

دید محمد نہ بچشم دگر ؎ بلکہ ہمیں چشم سر و چشم سر سے دیکھا (حضرت جامی)
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور آنکھ سے نہیں دیکھا۔ بلکہ اسی چشم سر اور اسی چشم سر
سے دیکھا۔

اسی لئے علامہ اقبال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں لکھا ہے کہ
سید کل صاحب ام الکتاب ؎ پردہ گیہا بر ضمیرش بے حجاب
گرچہ میں ذات را بے پردہ دید ؎ رب زدنی از زبان او چکید

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
ھذا ھو الھدیٰ۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ
اللھم اٰتینا تصدیق المھدی الموعود کما ھو تصدیقہ
اٰمین یارب العالمین

خاکپائے اطہر مرشدم، طالب پر تقصیر، فقیر حقیر سید عبدالحی تشریف اللہی
غفرلہ اللہ الحی القدیر فھو مستجاب الدعوات الجدیر
(شائع شدہ اخبار سیاست مورخہ ۵ جنوری ۱۹۸۸ء منجانب ادارہ تبلیغ مہدویہ مشیر آباد)

سرچشمہ رحمت

رحمت، شفقت، رقت، رافت ایسے الفاظ ہیں، جن میں ذہن وقلب کے لئے وہ تسکین موجود ہے جو ایک پیاسے راہ گیر کو کسی چشمۂ آب سرد وشیریں میں میسر آتی ہے۔ خواہ یہ رحمت وشفقت ماں باپ کی ہو، مرشد کی ہو، استاد کی ہو یا کسی محسن ومربی کی۔ ہاں اس کے انداز جداگانہ ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے سکون وسرور کے درجات بھی متفاوت ہوتے ہیں

چنانچہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو ساری رحمتوں پر بے پناہ فوقیت حاصل ہے۔ آپ کی ذات مبارک سے اس صفت کا ظہور ایسا فراواں اور بے پایاں ہوا ہے کہ قرآن مجید میں خود آپ کے وجود ہی کو سراپا "رحمت" قرار دیا گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (سورہ الانبیاء) || (اے محمدؐ) ہم نے تم کو عالمین کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام اور سیرت نگاروں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ہر عربی داں شخص قرآن مجید کی اس صاف وسلیس عبارت کو پڑھکر، اس کے ظاہری مفہوم کا اعتبار کر کے یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اس سے مراد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس آیۃ کریمہ کے مفہوم کا احادیث شریفہ، اقوال اولیاء کرام اور سیرت امامنا حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی روشنی میں، دقت نظر کے ساتھ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ اس رحمت کی شان مبارک کا زیادہ سے زیادہ علم ہوسکے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے دو اعتبار ہیں۔ آپ کے ظاہری وجود کو "خاتم الانبیاء" اور آپ کے باطن کو "ولایت مقیدہ محمدیہ" کہا جاتا ہے۔ مستند ومتواتر روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے بعد خلیفۃ اللہ، مہدی موعود مراد اللہ کی بعثت ہوگی اور آپؑ خاتم ولایت مقیدہ محمدیہ ہوں گے۔ مذکورہ بالا آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو جب کہ رحمۃ للعلمین قرار دیا ہے۔ تو اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ آپ کا ظاہر اور باطن دونوں اس صفت رحمت سے متصف ہوں گے۔

لہذا جس طرح خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اسی طرح حامل اثقال ولایت محمدیہ، خاتم ولایت مقیدہ محمدیہ محمد مجتبیٰ موعود خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آگے چل کر اسی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی پہلے ناظرین کی سہولت کے لئے لفظ "رحمۃ" اور "عالمین" کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

لفظ "رحمت" کے مفہوم کو علامہ ابوالکلام آزاد نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔

"عربی میں "رحمت" عواطف کی ایسی رقت اور نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کی طرف احسان و شفقت کا ارادہ جوش میں آجائے۔ پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل، احسان، سب کا مفہوم داخل ہے، اور محبت، لطف اور فضل سے زیادہ وسیع ہے۔ (ترجمان القرآن ج ۱ ص ۳۹)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رحمت سے مراد احسان و شفقت کے ارادہ کا جوش میں آجانا ہے۔ رحمت اور محبت کا فرق یہ ہے کہ محبت میں لطف اور فضل ہوتا ہے اور اس کا امکان ہے کہ محبین کے جذبات میں مساوات ہو، اور طرفین میں جذبات محبت برابر برابر ہوں۔ مگر رحمت کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں "رحیم" محسن اور مشفق ہوتا ہے اور "مرحوم" (جس پر رحم کیا جائے) احسان مند اور مشفق ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ "رحیم" کو "مرحوم" پر محسن کا احسان مند پر اور مشفق کو شفق پر بے پناہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

رحمت کی اس تعریف کا اعتبار کرتے ہوئے یہ لفظ اصالتاً اور حقیقتہً باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے بعد خاتمین علیہما السلام اس سے متصف ہیں، پھر رشتہ استاد، ماں باپ وغیرہ اس سے بدرجہ متصف ہو سکتے ہیں۔ غرض رحیم کو مرحوم پر عظمت و فضیلت حاصل ہوتی ہے اس لئے رحمت کا وصف رکھنے والی ہستیوں کا علیٰ سبیل الدرجات اعتبار کیا جائے گا۔

اس لئے امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں۔

"رحمت" وہ رقت ہے جو مرحوم کی طرف (یعنی جس پر رحم کیا جائے) احسان کا مقتضی ہو اور کبھی اس کا استعمال مجرد رقت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی میں جو رقت سے خالی ہو۔ جیسے رحیم اللہ فلاناً (اللہ نے فلاں پر رحم کیا) جب اس کو ذات باری سے موصوف کیا جائے تو صرف احسان مراد ہوگا۔ رقت مراد نہ ہوگی۔ اسی لئے مروی ہے کہ اللہ کی طرف سے رحمت، انعام اور فضل ہے اور آدمیوں کی طرف سے رحمت رقت اور تعطف (شفقت)

(لغات القرآن ج ۳ ص ۲۷ و ۲۸)

اس سے ظاہر ہے کہ فجر تو احسان کے معنی میں یہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہے۔ اور مجرد رقت کے معنی میں یہ بندوں کے لئے عام ہے۔ گویا رحمت کے دو پہلو ہوئے۔ ایک احسان، دوسرے رقت و شفقت۔

خلفاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے نائب اور بشارت و نذارت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ خصوصاً خاتمین علیہما السلام اس منصب کے مخصوص حاملین ہیں۔ اس لئے کبھی ان کی ذات سے رحمت کے ایک پہلو رقت و شفقت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور کبھی دوسرے پہلو احسان کا ظہور ہوتا ہے اور سنت الٰہیہ بھی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان اس کے خلیفہ کی وساطت ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخصوص دعاؤں کے موقعوں پر "بطفیل خاتمین علیہما السلام" مقبولیت کی آرزو کی جاتی ہے تاکہ احسان اور رقت دونوں انعامات سے بہرہ ور ہو سکیں۔

وہ لوگ کیسے خوش نصیب تھے اور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے معصوم خلیفہ کی رحمت و شفقت نصیب تھی اور نصیب ہے۔ خلیفۃ اللہی رحمت کے دامن میں انسانی روح کے لئے آسودگی ہوتی ہے کہ جس پر ساری شفقتیں نثار کی جائیں۔ اللہ کے خلیفہ کی رحمت گویا اللہ جل شانہ کی رحمت ہوتی ہے۔ خلفاء اللہ کی سیرت کا یہ پہلو اپنے اندر لازوال کشش اور جاذبیت رکھتا ہے۔

ماں باپ کی شفقت اپنی اولاد کے لئے استاد کی شفقت اپنے شاگردوں کے لئے اور ایک قائد یا رہنما کی شفقت اپنے مخصوص حلقہ کے لئے محدود ہوتی ہے۔

مگر خلفاء اللہ کا یہ امتیازی وصف کہ ان کے پاس اپنے، پرائے، امیر، غریب، سرخ و سیاہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ ان کی رحمت ہر ایک کے لئے عام ہوتی ہے۔ خصوصاً خاتمین علیہما السلام سارے عالموں کے لئے رحمت بنائے گئے ہیں۔ ہم مہدوی بنیادی طور پر اس عقیدہ کے حامل ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ اس اعتبار سے خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء یہ دونوں ہستیاں رحمت کاملہ کے وصف سے متصف ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے آئے گی)

غرض ارشاد باری

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (اے محمدؐ) ہم نے تم کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت کی صفت سے متصف ہونا ظاہر ہے۔ وہیں یہ بھی ثابت ہے کہ آپ رحمت کے دو پہلوؤں، احسان اور رقت سے متصف ہیں۔ اب یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ "عالمین" سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں علماء و مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی نے ہر ایک انسان کو ایک ایک عالم قرار دیکر، سارے انسانوں پر "عالمین" کا اطلاق کیا۔ کسی نے اس کے مفہوم کو اتنی وسعت دی کہ تمام

ماسوی اللہ وجودوں کو انواع و اصناف کے اعتبار سے عالمین قرار دیا۔ صاحب "مدارک التنزیل" کہتے ہیں۔

"اجسام، جواہر اور اعراض جن سے خالق کا علم ہوتا ہے یہ سب "عالم" ہیں، یا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ موجود ہے اس کا نام "عالم" ہے۔ اور یہ نام اس لئے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی علامت ہے۔ (مدارک التنزیل ج ا ص ۶ طبع مصر)

منطقین کے پاس جوہر سے مراد "ذات" اور "عرض" سے مراد "صفت" ہے۔ پھر جوہر کی دو قسمیں ہیں ایک جسم دوسرے روح جسم پر اس وجود کو کہتے ہیں جو طول، عرض اور عمق رکھتا ہو۔ لہٰذا جسم، روح اور عوارض یعنے صفات، یہ سب خالق کو جاننے کی علامتیں ہیں۔ کائنات کے اندر جتنے موجودات ہیں وہ سب تین ہی صورتوں میں پائے جاتے ہیں۔ یا تو جسمانی صورت میں، یا روحانی صورت میں یا ان دونوں وجودوں کے عوارض (صفات) کی صورت میں۔ اس لئے اوپر کی عبارت میں علامہ ابوالبرکات نے یہ ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ موجود ہے اس پر "عالم" کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے "رحمۃ للعالمین کا مطلب یہ ہوا کہ ماسوی اللہ کے لئے (یعنے اللہ کے سوا جو کچھ موجود ہے اس کے لئے) آپ کا وجود رحمت ہے۔

صاحب "لغات القرآن" نے امام جعفر بن محمد (صادقؓ) کے دو قول نقل کئے ہیں۔

"عالمین سے مراد صرف انسان ہیں۔ اور ہر انسان کو ایک عالم قرار دیا گیا ہے۔ امام موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عالم کبیر، آسمان اور جو کچھ زیر آسمان ہے۔ اس کا نام ہے۔ دوسرا عالم صغیر، جو انسان ہے۔ کیونکہ وہ عالم کی ہیئت پر بنایا گیا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے جو کچھ عالم کبیر میں ایجاد فرمایا ہے۔ وہی اس میں پیدا فرمایا ہے۔"

امام جعفر صادقؓ کے قول سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ عالمین کے دو اعتبارات ہیں۔ ایک اعتبار سارے انسانوں کے وجود کا ہے کہ ہر انسان اپنی جگہ ایک عالم صغیر ہے۔ اور دوسرا اعتبار عالم کبیر اعنی کل ما تحت السماء" کا ہے۔ یعنے آسمان اور اس کے نیچے جو کچھ موجود ہے۔ اس پر بھی عالمین کا اطلاق ہوتا ہے۔

نتیجہ یہ کہ ماسوی اللہ وجودوں پر انواع و اصناف کے اعتبار سے عالمین کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عالمین وجود ہی میں نہ آتے، اگر ازل میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کا بروز (ظہور) نہ ہوتا! صوفیہ کرام اور محققین ہند و یہ کا اعتقاد اس حدیث قدسی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

لولاک لما خلقت الافلاک (اے محمدؐ) اگر تم نہ ہوتے تو میں ہرگز افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

اسی مفہوم کی ایک اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

لولاک لما اظہرت ربوبیتی (اے محمدؐ) اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔

ان احادیث شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ افلاک دما فیہما اور ربوبیت خدا کا ظہور ہیں آنحضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ کا پہلا ظہور ہے یعنے رحمت مصطفیٰ فی الحقیقت ظہور صفت رحمۃ اللہ ہے۔

چنانچہ روایات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ازل میں صرف خدائے قدوس ہی کا وجود تھا۔ کوئی مخلوق نہیں تھی۔ جب خدائے ذوالجلال کی صفت عشق ورحمت کو جوش آیا۔ تو اس نے چاہا کہ اپنی ایک صفت خاص کا ظہور کرے، اس کے ذریعہ اپنی خالقیت کا عرفان کروائے۔ لہذا اس نے "روح محمدؐ" کا بروز (ظہور) فرمایا جو دراصل صفت خالق یعنے ولایۃ اللہ ہے۔ اسی کو جوہر اول، اسم اعظم ولایت مصطفیٰ، حقیقت محمدی وغیرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب "مقصد اقصیٰ" نے بڑی وضاحت سے اس کا بیان کرنے کے بعد لکھا ہے؛

چوں نزول وعروج "جوہر اول" را دانستی وبزرگی "جوہر اول" را شنیدی اکنوں بداں کہ رسول اللہ صلعم می فرماید کہ "جوہر اول روح من است اول ما خلق اللہ نوری۔ چوں جواہر اول، روح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام باشد پس محمد علیہ السلام پیش ازاں کہ بایں عالم آمد پیغمبر بودہ باشد وازیں معنی خبر داد کہ کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین۔ واکنوں کہ ازیں عالم رفتہ است ہم پیغمبر باشد وازیں معنی خبر داد کہ لانبی بعدی اے جان من! ہرچند کہ صفت بزرگواری محمد صلعم بکنم از ہزار یکے نہ

جوہر اول کے عروج ونزول کو تم جان چکے اور جوہر اول کی بزرگی کو سن چکے اب یہ جان لو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ہے جواہر اول" میری روح ہے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے میری روح کا ظہور فرمایا اور دوسری حدیث میں ہے کہ پہلے میرے نور کو ظاہر کیا۔ جب "جواہر اول" روح محمد علیہ السلام ہے تو معلوم ہوا کہ اس دنیا میں آنے سے پہلے آپ پیغمبر تھے۔ اسی لئے آپ نے خبر دی کہ میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے" اور اب جب کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے جا چکے' اب بھی پیغمبر ہیں' اسی لئے آپ نے خبر دی کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" جانِ من! جو کچھ کہ

گفتہ باشم و چند صفت جوہر اول بکتم ہیچ نہ کردہ باشم۔ || صفت اور بزرگی محمد صلعم کی میں نے بیان کی ہے ہزار میں سے ایک بھی نہیں۔ اور جو کچھ صفت جوہر اول کی بیان کروں، کچھ بھی بیان نہ کرنے کے برابر ہے۔

جوہر اوّل کا ظہور دراصل صفتِ عشق الٰہی کا مظہر ہے اور صفتِ عشق و رحمت میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اس لئے "جوہر اول" کا بُروز (ظہور) اللہ تعالیٰ کی صفتِ عشق و رحمت کا بدرجہ اتم واکمل حامل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ازلی رحمتِ کاملہ کے مظہر ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا وجود باعث خلقتِ کائنات ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جو وجود باعث خلقت کائنات ہو، وہ عالمین کے لئے سر تا پا رحمت نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے۔؟

بہرحال یہ مسلمہ ہے کہ "جوہر اول" کے دو مظہر ہیں۔ ایک خاتم نبوت۔ دوسرا خاتم ولایت۔ خاتم نبوت خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور خاتم ولایت حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام ہیں۔ اسی اعتبار سے ان دونوں پاک و معصوم ہستیوں کو "خاتمین ؑ" کہا جاتا ہے۔ صلی اللہ علیہما و علیٰ آلہما واصحابہما وسلم۔

حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے ایک فرمان مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ۔ آپ نے فرمایا جہاں بندہ کا ذکر ہے وہاں محمدؐ کا ذکر ہے۔ جہاں محمدؐ کا ذکر ہے وہاں بندہ کا ذکر ہے۔ اس اعتبار سے آیۂ کریمہ "وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین" میں جہاں خاتم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمتہ للعالمین ہونے کا ذکر ہے۔ وہیں، اسی آیتہ کریمہ سے خاتم ولایت، محمد مجتبیٰؑ موعودِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رحمتہ للعالمین ہونا ظاہر ہے۔

اس کے قطع نظر جو لوگ تابع و متبوع کی اصطلاحات میں غور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے بھی مہدی موعود علیہ السلام کا رحمتہ للعالمین ہونا ثابت ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:۔

المھدی منّی یقفو اثری ولا یخطی || مہدی مجھ سے ہوں گے۔ میرے نشان قدم پر چلیں گے۔ اور خطا نہ کریں گے۔

اثر قدم پر چلنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص نرم ریتلی زمین پر سے گذرے اور اس کے قدم کے نشانات واضح اتریں کہ انگلیوں کی لکیریں بھی نمایاں ہوں۔ اور پیچھے سے آنے والا شخص اُن نشانات پر اسی طرح قدم رکھے کہ نقش بگڑنے نہ پائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ بعد آنیوالی شخصیت

کے قدم کی لکیریں بھی پہلی شخصیت کے قدم کی لکیروں کے حمائل ہوں۔ اور وہ قدم رکھنے میں خطا سے معصوم ہو۔ اسلام کی اس پرواز عشق و رحمت راہ کو قرآن مجید میں "صراط مستقیم" کہا گیا ہے۔

اور یہ ثابت ہے کہ اس ایک راہ کے چلنے والے ان دونوں مقدس راہ روؤں میں سوائے زمانی فرق کے کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اور اصولاً زمانی فرق کا کوئی اعتبار نہیں۔ ورنہ صراط مستقیم کے چلنے والوں میں اوّلیت، آدم علیہ السلام کو حاصل ہوگی۔

لہٰذا آج سے تیرہ صدی قبل جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کئے گئے تھے۔ اسی طرح آج سے پانچ صدی قبل حضرت مہدی موعود علیہ السلام بھی رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کئے گئے تھے۔ صلی اللہ علیہما وسلم تسلیماً کثیراً۔

ہمارے اس قول کی تائید شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

فالمهدی رحمة للعالمین کما کان النبی صلی الله علیه وسلم رحمة قال تعالی وما ارسلنك الا رحمة للعالمین والمهدی یقفوا اثره ولا یخطی فلا بد ان یکون رحمة

پس مہدیؑ رحمۃ للعالمین ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے تم کو رحمۃ للعالمین ہی بنا کر بھیجا ہے" اور مہدیؑ آپ کے نشان قدم پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے تو لازم ہے کہ مہدی بھی رحمۃ للعالمین ہوں۔
(الفتوحات المکیہ الجز الثالث ص۳۳۴)

اس عبارت سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے رحمۃ للعالمین ہونے کا ایک اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جب آپ کے مہدی موعود ہونے کی اطلاع ام المومنین بی بی الہداتی رضی اللہ عنہا کو دی تو اس غیبی ندا میں مہدی موعودؑ کے لئے "رحمۃ للعالمین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

چنانچہ مولود حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؓ میں مذکور ہے کہ سفر ہجرت کے دوران ام المومنین بی بی الہداتیؓ نے معاملہ دیکھا اور غیبی آواز سنی کہ آپ کے شوہر حضرت سید محمدؐ کو مہدی موعودؑ کو حامل انتقال ولایت محمدی اور خاتم ولایت نبوی بنایا گیا ہے۔ وہ صاحب زماں اور اللہ کے خلیفہ ہیں ان کی تصدیق کرو۔ ان کا انکار میرا انکار ہے۔ (اللہ کا انکار ہے) اور میرا انکار ان کا انکار ہے۔ اس عبارت کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

التصديقة فرض علی کافة العالمین و ذاته رحمة للعالمین

ان کی (مہدی موعود کی) تصدیق سارے عالموں پر فرض ہے۔ اور ان کی ذات رحمۃ للعالمین ہے۔

حاصل یہ کہ آیۂ کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین سے ثابت ہے کہ خاتمین علیہما السلام اس رحمتِ کاملہ کے مظہر ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امامنا و سیدنا حضرت سید محمد مہدی موعودؑ

تابع تام حضرت محمد رسول اللہ صلعم

۱۹/ ذی قعدہ امامنا و سیدنا حضرت سید محمد مہدی موعود خلیفۃُ اللہ، امرُ اللہ، مرادُ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخِ وصالِ مبارک ہے۔ اس موقع پر یہ مختصر تعارفی مضمون پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام نے اپنی صداقت کا معیار یہ پیش فرمایا کہ میرے قول، فعل اور حال کو قرآن مجید سے مطابق کرکے دیکھو، اور اتباع خاتم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار پر جانچو۔ اگر مطابقتِ کُلّی پاؤ تو بندہ کی صداقت کو تسلیم کرو۔ چنانچہ حضورؑ کا ایک ارشادِ مبارک ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

اگر کسے خواہد کہ صدقِ مارا معلوم کند　　اگر کوئی ہمارے دعوئے مہدیت کی صداقت

بایدکہ از کلام خدا و اتباع محمد رسول اللہ درا حوال و اعمال و اقوال ما بجوید و فہم کند کما قال اللہ تعالیٰ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ سورہ یوسف

معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ کے معیار پر ہمارے احوال، اعمال، اقوال میں جستجو کرے اور سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: کہو (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدیؑ) بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

اس آیت کریمہ میں "مَنْ" (یعنی جو شخص) عام نہیں ہے۔ اس لئے اس سے عام تابع رسول اللہؐ مراد نہیں لی جا سکتی۔ اور اگر عام تابع مراد بھی لی جائے تو خاص تابع مراد لینا بدرجۂ اولیٰ مُرجّح ہوگا۔

اس کے علاوہ قواعدِ نحویہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ "اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں "مَنْ" کا عَطْف "اَنَا" پر ہوا ہے اور چوں کہ اس آیت میں "اَنَا" خاص آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہے اس لئے معطوف بھی خاص ہونا چاہیئے نہ کہ عام۔!!!

اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔ اگر "مَن" سے ہر ایک تابعِ دینِ محمدیؐ مراد لی جائے تو لازم ہوگا کہ ہر ایک داعیٔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معصوم عن الخطاء ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہو سکتا۔

اس لئے کہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" یعنی ہر

الانسان خطا و نسیان (غلطی اور بھول سے مرکب ہے) کی بنیاد پر سے دیکھا جائے تو حضور پر نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے قیامت تک ہونے والی ساری اُمّت کا ہر فرد خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ لہذا "انا" معصوم عن الخطا کا عطف ساری اُمّت کے غیر معصوم افراد پر ہونا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ؟!!!

لہذا جیسے "انا" معصوم عن الخطا ہے ویسے معطوف بھی معصوم عن الخطا ہوگا۔ چنانچہ ساری اُمت میں "مہدی موعود" مبشرؑ و موعودِ رسول اللہؐ کے سوائے کوئی بھی فردِ ملّت معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ لہذا یہ معلوم ہوا کہ جس طرح "انا" خاص اور معصوم عن الخطا ہے اُسی طرح "مَن" بھی خاص اور معصوم عن الخطاء ہے۔

علم نحو میں اِس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ

"العطف بالحروف تابع ینسب الیہ ما نسبت الی متبوعہ وکلاھما مقصودان بتلک النسبۃ"

یعنی معطوف بحرف ایسا تابع ہے کہ اُس کی طرف وہی نسبت کی جائے گی جو اُس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو اور وہ دونوں ایک ہی نسبت سے مقصود ہوں۔

نیز یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کا حکم ایک ہے یعنی معطوف علیہ جس سے موصوف ہوگا معطوف بھی اُسی سے موصوف ہوگا اور جو حال معطوف کا ہوگا وہی حال معطوف علیہ کا ہوگا۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب معطوف، معطوف علیہ کا قائم مقام ہو سکتا ہو تو اُسی وقت عطف بھی صحیح ہو سکتا ہے ورنہ صحیح نہ ہوگا۔

لہٰذا اس نحوی ضابطہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ "اَنَا" یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خاص معصوم عن الخطا داعی علی البصیرۃ ہیں اُسی طرح "وَمَن" بھی خاص مہدی موعود معصوم عن الخطا داعی علی البصیرۃ ہیں۔

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیاتِ کریمہ "اشارات و اجمالات" پر مشتمل ہیں۔ جب تک احادیثِ صحیحہ سے رہنمائی حاصل نہ کی جائے مفہوم کامل متر شح نہیں ہوتا۔

چنانچہ نماز اور زکوٰۃ جیسے احکام خداوندی، اشارات و اجمالاتِ قرآنی پر مشتمل ہیں۔ قرآنِ مجید میں "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" (نماز قائم کرو) و "آتُوا الزَّکٰوۃَ" (زکوٰۃ ادا کرو) ہی بیان ہوا ہے۔ محض اِن مجمل احکام پر سے نماز کیسے قائم کی جا سکتی ہے؟ یا زکوٰۃ کیسے ادا کی جا سکتی ہے۔؟!

لہٰذا جب تک حدیث کا سہارا نہ لیا جائے قرآنِ مجید کے اِن بنیادی احکام کی بھی تفصیل و ترتیب معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قرآن اصل ہے اور حدیث اس کی شرح اور مستند ترین تفسیر ہے۔

اِس بیان سے ہمارا مقصود یہ بتانا ہے کہ بعثتِ مہدیؑ کے تعلق سے بھی قرآن مجید میں اشارات و اجمالات پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی تشریح و تفسیر اُن احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے جن کی سند حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح ہے۔

چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کیف تہلک اُمّتی انا فی اوّلھا و عیسیٰ بن مریم فی

آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا۔ میری اُمّت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جب کہ اس کے اوّل میں مَیں ہوں آخر میں عیسیٰؑ ابن مریم ہیں اور درمیان میں مہدی ہیں جو میرے اہلِ بیت سے ہیں۔

اِس حدیثِ شریف میں مہدی موعود کے اہلِ بیت نبیؐ سے ہونے کا ذکر ہے۔ اِس سلسلہ میں مختصراً اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ علمائے متقدمین کے جمہور نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ "بعثتِ مہدی" احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے اور مہدیٔ موعودؑ کا اِمام عادل ہونا اور بنی فاطمہ رضؓ سے ہونا تو اتراً مسلّم ہے۔ چنانچہ علّامہ تفتازانی "شرحِ مقاصد" میں لکھتے ہیں کہ

ذھب العلماء الیٰ انّہ امام عادل من ولد فاطمہ رضؓ

علماء کا اتفاق ہے کہ مہدی علیہ السلام اِمام عادل ہیں اور اولادِ فاطمہ رضؓ سے ہیں۔ یہاں صرف مہدی موعودؑ کے بنی فاطمہ رضؓ یا آلِ محمدؐ سے ہونے کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

یارسول اللہ اَمِنّا آل محمد المھدی ام من غیرنا؟ قال لا بل منّا یختم اللہ بہ الدین کما فتحہ بنا۔ یارسول اللہ کیا مہدیؑ ہم آلِ محمد سے ہوں گے؟ یا ہمارے غیر سے ہوں گے؟ فرمایا "نہیں" بلکہ آلِ محمد سے ہوں گے خدائے تعالیٰ اُن پر دین کو ختم کرے گا جس طرح کہ ہم سے شروع کیا ہے۔

یہ اور اسی نوع کی احادیث شریفہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہدی موعود بنی فاطمہ رضؓ سے ہوں گے اور یہ امر تو اتراً ثابت ہے۔ اسی بناء پر

شیخ عبدالحق محدث دہلوی "لمعات" شرح مشکوٰۃ میں رقم طراز ہیں کہ

قد وردت فیہ احادیث کثیرۃ متواتر المعنی ایضاً قد تظاہرت الاحادیث البالغۃ حد التواتر معناً فی کون المہدی من اہل البیت ومن ولد فاطمۃ رض

مہدی موعود علیہ السلام کے بارے میں متواتر المعنیٰ حدیثیں مروی ہیں نیز مہدی علیہ السلام کے اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے اور اولادِ فاطمہ رض سے ہونے کی حدیثیں تواترِ معنوی کی حد کو پہنچ چکی ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا مُسلّمہ ضابطہ ہے کہ احادیثِ متواترہ اور اُن سے ثابت ہونے والے اُمور موجبِ یقینِ تام ہوتے ہیں۔

چنانچہ امامنا وسیدنا حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ حکمِ خداوندی مہدیٔ موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اور یہ امر محقق ہے کہ آپ بنی فاطمہ رض یعنے امام حسین رض ابن علی رض ابن ابی طالب کی اولادِ اطہار سے ہیں۔

اخبارِ مغیبہ میں سے کوئی خبر اتنی مہتم بالشان نہیں جتنی کہ مہدی موعودؑ کی خبر ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کا اتنا اہتمام فرمایا اور اس کی اتنی تفصیل فرمائی کہ گویا صرف انگشتِ مبارکہ سے یہ بتا دینا باقی رہ گیا کہ فلاں ذاتِ مبارکہ ہی مہدی موعود ہے۔!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ امامِ ہمام، سیدنا ومولانا وملجانا حضرت سید محمد مہدی موعودؑ امر اللہ مراد اللہ خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس پر وہ ساری احادیثِ صحیحہ مِنْ وعَنْ منطبق ہوتی ہیں جو آپ کے موعودِ خدا اور رسول ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت مہدی کی تین طریقوں سے خبر دی ہے۔ ایک یہ کہ بعثتِ مہدی ضروریاتِ دین سے ہے۔ دوسرا یہ کہ مہدی موعودؑ دافعِ ہلاکتِ اُمّت ہیں۔ تیسرا یہ کہ مہدیؑ خلیفۃ اللہ ہیں اور آپ سے بیعت فرض ہے۔

چنانچہ محدّث حاکم ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ :۔

.... ثمّ یجی خلیفۃ اللہ المھدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی۔

... پھر اس کے بعد خدا کے خلیفے مہدی آئیں گے جب تم کو ان کی خبر ملے تو ان کے پاس جاؤ۔ اگرچہ تم کو برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیوں کہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدیؑ ہیں۔

اس حدیثِ شریف سے ثابت ہے کہ "مہدیؑ" خلیفۃ اللہ ہیں اور آپ کے دستِ مقدس پر بیعت فرض ہے۔ کیوں کہ اس حدیث شریفہ میں "فبایعوہ" (پس اُس سے بیعت کرو) موجود ہے جو صیغۂ امر ہے اور صیغۂ امر جب کسی قرینۂ صارفہ کے بغیر لایا جاتا ہے تو اُس سے وجوب و فرض ہی مراد ہوتا ہے۔

اس حدیث شریف سے منصوصاً ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام سے بیعت فرض ہے۔ چنانچہ "فبایعوہ" کا لفظ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور "ولو حبوا علی الثلج (یعنی اگر برف پر سے رینگتے ہوئے بھی جانا

پڑے) سے اس فرض کی تاکیدِ مزید ہوتی ہے۔ اور فانّہ خلیفۃ اللّٰہ المھدی (کیوں کہ بے شک وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے یعنے اصطلاحاً ہدایت یافتہ "منجانبِ اللہ ہے) کے الفاظ اس فرض کی توجیہ پر دلالت کرتے ہیں۔

غرض مہدی موعود کا خلیفۃ اللہ ہونا اور آپ سے بیعت کا فرض ہونا، اس حدیثِ شریف سے ثابت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو خلیفۃ اللہ ہوگا وہ خطا سے معصوم ہوگا۔ اسی امر کی خبر رسول اللہ صلعم نے دی ہے کہ

المھدی مِنّی یقفوا اثری ولا یخطی

مہدی مجھ سے (یعنے میری آل سے) ہیں میرے نقشِ قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے۔

اسی بے خطا اتّباعِ محمدیؐ اور اتّباعِ قرآن کا دعویٰ امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے جس کا ذکر ابتدا میں ہو چکا ہے۔

اسی لئے بعثت امامنا علیہ السلام سے قبل کے اولیاء کبار اور اکابرِ اُمّت نے بھی اسی اتّباعِ تام کو مہدیٔ موعود کا معیارِ صداقت قرار دیا تھا۔ چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے آیت کریمہ قل ھٰذہٖ سبیلی الخ کے الفاظ "مَنِ اتَّبَعَنِی" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

"مہدیٔ محمد علیہ السلام کے تابعِ تام ہوں گے" (تفسیر شیخ محی الدین ابن عربیؒ)

حضرت شیخ اکبرؒ نے "فتوحاتِ مکیہ" میں اسی آیت کی تفسیر میں

لکھا ہے کہ

"والمھدی ممّن اتبعہ" یعنی مہدی اُن لوگوں میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔

اِس کے بعد مہدی موعود علیہ السلام کے اتباع کی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے کہ

وصلی اللہ علیہ وسلم لا یخطی فی دعائہ فمتبعہ لا یخطی فانّہ یقفوا اثرہ۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ میں خطا نہیں کرتے۔ اُسی طرح آپ کے تابع (مہدی) بھی خطا نہیں کریں گے کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانِ قدم کی پیروی کریں گے۔

اِس مضمون کے عنوان میں "تابعِ تام رسول اللہ صلعم کا جو ذکر گیا گیا ہے اس کی ماہیت یہی ہے کہ آپ بہ تعلیمِ الٰہی بے خطا اتباع کریں گے۔

چنانچہ حضور امامنا حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت مہدی کرّت ومرّت فرمودند کہ بندہ قدم بہ قدم رسول اللہ مستقیم ونیز فرمودند انچہ اتباع رسول اللہ است حق تعالیٰ بے اختیار بندہ از دستِ بندہ می کنانند۔ (شواہد الولایت باب ۳۱)

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے کرّات ومرّات فرمایا کہ بندہ رسول اللہؐ کے قدم بہ قدم ہے نیز فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہؐ کا اتباع ہے حق تعالیٰ بندہ کے اختیار کے بغیر بندہ کے ہاتھ سے کرواتا ہے۔

اِس شانِ وہبی کے حامل خلیفۃ اللہ حضرت سیدنا وامامنا سید محمد

مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ ہندوستان کے شہر جونپور میں ۸۴۷ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ نے سن ۹۰۱ھ ہجری میں حج کے موقع پر کعبۃ اللہ میں رکن ومقام کے درمیان اپنے مہدی موعود خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اس کے بعد ۹۰۵ھ ہجری میں پٹن (گجرات) کے مقام پر دعوئے موکد فرمایا۔ جس کی تفصیل معتبر کتب سوانح سے معلوم ہو سکتی ہے یہیں سے آپ نے مختلف بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط بھی روانہ فرمائے اور چھ ماہ تک قیام فرمایا۔

"وہاں سے بہ حکم خدا ہجرت فرماتے ہوئے سندھ اور پھر وہاں سے افغانستان تشریف لے گئے اور بمقام فراہ (افغانستان) ۹۱۰ھ ہجری میں وصال فرمایا۔

اللّٰھُمَّ آتنا التصدیق المھدی الموعود کما ھو تصدیقہ۔

وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔

(شائع شدہ اخبار "منصف" مورخہ ۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ ہجری منجانب دائرۃ الاسلام مشیر آباد، حیدرآباد)

مہدویت ــــــ روحِ اسلام

امامنا سیدنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میلاد کا یہ مبارک و مسعود مہینہ، دراصل دینِ اسلام کے احیاء و نشاۃ ثانیہ کا مہینہ ہے اس متبرک موقع پر بہتر ہے کہ ہم "روح اسلام" اور حقیقت اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ہمارے دلوں میں اس دینِ محمود سے استفادہ اور افادہ کا جذبہ اجاگر ہو، اس دین کو اپنانے کی عملاً جدوجہد کریں اور اس کے بے پناہ فیوض برکات سے ہمارے سینے، بفضل خدا منور ہوجائیں۔

اسلام ایک ازلی و ابدی مذہب ہے، جس کی ابتدا بھی عشق سے ہے اور انتہا بھی عشق پر۔ آیات الٰہی، احادیث قدسیہ، احادیث رسولؐ، نقلیات امامؑ اور اقوال اولیائے کبار سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب اسلام فی الحقیقت راہِ عشق ہے۔ مطلقاً مذہب کے معنی ہیں۔ وہ راستہ یا طریقہ جس پر کوئی راہ رو چلے اور "اسلام" کے معنی ہیں خلوص و انقیاد۔ عشق کا اقتضاء یہ ہے کہ ایک محب اپنے محبوب سے قلبی و روحانی خلوص کا حامل ہو۔ اور اپنی ذات کو معشوق کی ہر مرضی کا مطیع و منقاد بنا دے۔ کیونکہ مذہب اسلام اس بات کی طرف دعوت دیتا ہے کہ انسان اپنے وجود کو سرتاپا خلوص کا پیکر بنالے، اور معشوق ازلی کے آگے ہر تسلیم خم کر کے اس کی ہر مرضی کا مطیع و منقاد ہو جائے۔ اس لئے مذہب اسلام درحقیقت مذہب عشق ہے۔ جس میں معشوق ازلی سے محبت کی فراوانی اور خلوص روحانی کے ساتھ ساتھ، حاکم ازلی کے انقیاد اور اس کی محکومی کا عنصر لازمی طور پر پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے خدائے لم یزل کے ساتھ انسان کا جو لافانی رشتہ قائم کیا ہے وہ نہ صرف محب و محبوب کا رشتہ ہے بلکہ حاکم و محکوم کا بھی رشتہ ہے جس سے اقتضائے عشق کی تکمیل ہوتی ہے۔

ساتھ ہی اس حقیقت کا واضح ہوجانا ضروری ہے کہ "اسلام" جہاں مذہب عشق ہے وہیں انسانی وجود کا لازمی عنصر ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی وجود سے اس صفت کا ظہور ہو، اور کسی وجود میں یہ صفت پردہ خفا میں محجوب رہ جائے ـــ یا پھر اس کا رخ حقیقت سے ہٹ کر مجاز کی طرف پھر جائے جس کی بے شمار صورتیں ہوسکتی ہیں ـ اسی لئے ماہرین نفسیات نے تسلیم کیا ہے کہ ہر انسان میں صفت عشق کا کسی نہ کسی درجہ میں پایا جانا ایک فطری امر ہے۔

آدمی کی اس فطری خصوصیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل زبان نے "آدمی" کے لئے "انسان" کا لفظ منتخب کیا ہے۔ لفظ "انسان" "انس" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں محبت، خلوص اور انقیاد۔ لہٰذا انسان وہ "ذی حیات" ہے جس میں فطرتاً "انس و محبت" - اور "خلوص انقیاد" کی خصوصیات موجود ہوں جس میں مستقلاً عشق بھی ہے۔ اسی لئے قرآن نے اسلام کو جہاں مذہبِ عشق فرمایا وہیں مذہب فطرت بھی فرمایا ہے ـــــــ فاقم وجهك للدّين حنيفاً فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله، ذالك الدّين القيم - ولكن اكثر الناس لا يعلمون ۝

پس تم یکسو ہو کر اپنا روخ دینِ حنیف کی طرف رکھو اللہ کی دی ہوئی فطرت (قابلیت) کا اتباع، جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ وہی دینِ قیم سیدھا راستہ (سیدھا دین) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ـ یہاں ہم ایک اور نفسیاتی پہلو کو پیش نظر رکھتے چلیں کہ عاشق کی فطرت یہ چاہتی ہے کہ اسے معشوق کی دید نصیب ہو جائے۔ خواہ ایک بار ہی سہی ـ پھر جو اعلیٰ درجہ کا عاشق ہو اس کی طلب دیدِ محض سے سیر نہیں ہوتا، بلکہ دید مدید کے ساتھ ساتھ وصال الی المطلوب کی نوید کا بھی آرزو مند طالب ہے اور یہی اس کی منزل مقصود ہوتی ہے۔

غرض روح اسلام "مذہب عشق" ہے جس کے ہر پہلو سے عشق کی جھلکیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اسی لئے حضور مشرق نے اسلام کی اس محبت بھری تصویر کو انتہائی دلکش انداز میں پیش کیا ہے ؎

عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

عشق فقیہہ حرم، عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اسکے ہزاروں مقام

جس ابن السبیل (راہی) کے ہزاروں مقام ہوں اس کا کماحقہ بیان بساطِ انسانی سے باہر ہے تاہم عشق و تبلیغ بھی معشوق کے انقیاد کا ایک پہلو ہے، اس لئے تعمیلاً خامہ فرسائی کی جرأت کی جاتی ہے۔

جیسا کہ ابتدا ہی میں کہا گیا ہے کہ اسلام ایک ازلی و ابدی مذہب ہے۔ آیات الہیہ و احادیث قدسیہ اس بات پر شاہد ہیں کہ ابتدائے آفرینش میں جب کہ یہ کائنات نہ تھی سیارے و ستارے نہ تھے، شمس و قمر کا وجود نہ تھا۔ ارض و سماء کا وجود نہ تھا - افلاک نہ تھے، جن و انس نہ تھے - دوزخ و جنت کا وجود نہ تھا۔ غرض جب کہ کچھ بھی نہ تھا تو خدائے وحدہٗ لاشریک کی ذات تھی اس لئے غالب نے کہا ہے کہ :

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، نہ ہوتا کچھ تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

چنانچہ جب اس ذاتِ ازلی کی صفت عشق کو جوش آیا، تو اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے روح محمدی کا ظہور (ظہور) فرمایا جو ذاتِ احد کی صفتِ عشق کی مظہر ہے جس کو جوہرِ اول، اسم اعظم وغیرہ کہتے ہیں

چنانچہ فرمایا ـــــــــ لولاک لما خلقت الافلاک ۔ (اے محمد! اگر تم نہ ہوتے
تو افلاک کو ہرگز پیدا نہ کرتا) پھر فرمایا لولاک لما اظہرت ربوبیتی ـــــــــ اے محمد! اگر تم نہ
ہوتے تو اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا ـــ نیز حدیث قدسی ہے ۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان
اعرف الخ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا ۔ پھر میں نے چاہا کہ اپنا عرفان کراؤں‘
اسی منبع عشق سے روح و ملک ۔ جن و بشر اور ساری کائنات کی تخلیق فرمائی ۔ اور ان کے لئے ان کی
فطرت کے مطابق ایک راہ‘ ایک طریق‘ ایک مذہب مقرر فرما دیا ۔ جو راہِ عشق ہے ـــ پھر اس راہ
عشق کے چلنے والوں کے لئے ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔ کا نصب العین مقرر فرما دیا جو فی الحقیقت اس
راہ کی منزل مقصود ہے اسی لئے انبیاء اولوالعزم کا کلمہ یہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ قرار دیا گیا ۔ حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کو بنائے
اسلام قرار دیا گیا ۔ اسی راہِ عشق اور اس کے نصب العین کو قرآن نے اسلام کا نام دیا ہے ۔
ورضیت لکم الاسلام دینا الآیۃ ـــ

اس موقع پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جس طرح ہر وجود کے دو پہلو ہوتے ہیں ۔ ایک ظاہری
ایک باطنی‘ اسی طرح انسانی وجود کے بھی دو پہلو ہیں ۔ ایک ظاہری‘ جس کو ’جسدی‘ وجود‘ کہا جا سکتا
اور دوسرا باطنی جس کو ”روحانی وجود“ کہا جا سکتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب انسانی وجود کے یہ دو پہلو
(جسدی و روحانی) اپنا اپنا ایک مستقل مقام رکھتے ہیں‘ تو دونوں مقاموں کی ضروریات اور مقتضیات
مستقلاً جدا جدا ہوں گی ۔ اسی لئے جو حوائج و ضروریات انسان کے مادی جسدی وجود سے تعلق رکھتی ہیں
ان کو ضروریات جسدی کا نام دیا جا سکتا ہے ۔ اور جو اقتضاءآت روحانی کہا جا سکتا ہے

اسی لئے خالق الکل‘ مالک الملک‘ حکیم ازلی نے انسان کے ان دونوں ”ظاہری و باطنی“ پہلوؤں
کے لحاظ سے اسلام کے اندر اتنی وسعت و جامعیت رکھی کہ یہ مذہب ” یہ طریق“ انسان کی درونی و
بیرونی ضروریات (یعنی جسدی ضروریات اور روحانی اقتضاءات) کی تکمیل کے لئے سبیل سہل بن جائے
اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو نصب العین بنائے ہوئے عاشق اپنے معشوق کی دید اور اس کے وصال کا
شرف حاصل کر سکے ۔

چنانچہ اس ازلی دین کے ظاہری پہلو (بیرونی ڈھانچہ) کو شریعت کا نام دیا گیا ـــــــــ
جو ضروریات جسدی کے لئے ایک الٰہی قانون اور ایک الٰہی ضابطہ حیات ہے اور اس کے باطنی پہلو کو
”طریقت“ یا ”حقیقت“ کا نام دیا گیا ۔ جو انسان کے روحانی اقتضاءات کی تکمیل کے لئے ایک سبیل
سہل ہے ۔

اس مختصر سی توضیح کے بعد دیکھیں کہ خود قرآن نے اسلام اور روحِ اسلام کو کس طرح پیش کیا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکذالک اَوحینا الیک روحاً من امرنا ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہُ نوراً نہدی بہٖ من نشاء من عبادنا۔ وانک لتہدی الی صراط مستقیم ۝ (اے محمدؐ) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف اپنے امر سے روح کو وحی کیا ہے آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔۔۔ لیکن ہم نے اس (قرآن) کو نور بنایا ہے۔ اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں ہدایت دیتے ہیں ـــــ (یا دینگے) اور بے شک آپ صراط مستقیم کی طرف، ہدایت کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں وکذالک اوحینا الیکَ (اور اسی طرح ہم نے تیری طرف وحی بھیجی ہے) فرما کر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ جس طرح محمد رسول اللہ صلعم کی طرف اب وحی بھیجی گئی ہے۔ یعنی وحی کے بھیجے جانے کا ایک تسلسل رہا ہے۔ جو اس بات کی طرف دلالت کرتا ہے کہ ایک مستقل نصب العین، ایک مستقل طریق اور ایک ضابطہ حیات ہے، جو ابتداء آفرینش سے آپؐ کے دور تک بتدریج مسلسل بھیجا جاتا رہا ہے۔

قرآن مجید اور تاریخ ابنیاء کے تحقیقی مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے صفحۂ ارض پر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو نازل فرمایا ـــــ جنت میں صادر شدہ آپ کی معصومانہ لغزش کو معاف کیا اور فرمایا ـــــ فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات فتاب علیہ اِنّہٗ ھو التواب الرحیم۝ (پ) ۔ پس آدمؑ نے اپنے رب سے (استغفار کے) کچھ کلمات سیکھ لئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی (توبہ قبول کی) اور بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ـــــ

آپ کو نبوت و رسالت کے مرتبہ پر فائز فرمایا۔ آپ کی طرف وہ احکام بھیجے جو آپ کی امت (جو آپ ہی کی اولاد تھی) کی جسدی و روحانی ضروریات و اقتضاءات کی تکمیل کے لئے رہنمائی کا باعث تھے۔

یہاں یہ وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ حکیم ازلی تعالیٰ نے ہر دور میں انسان کے فہم و شعور، اس کے مزاج، اس کی خصوصیات، اس کے قومی اور ماحول (ENVIRONMENTS) کے لحاظ سے اسلام کے ظاہری ڈھانچہ (شریعت) کی تشکیل فرمائی اور بتدریج اس میں ارتقائی تبدیلیاں لائیں جس کو اسلامی اصطلاح میں "نسخ" کہا گیا ہے ـــــ جس طرح ابتداء سے انسان کا ذہن، اس کی فکر و فہم اور اس کا شعور بتدریج ترقی پذیر رہے ہیں اسی طرح یہ عالم بھی عالم انقلاب و ارتقاء رہا ہے جس کے روز و شب، جس کے موسمیات اور جس کے حالات مسلسل بتدریج یا یکلخت انقلاب پذیر رہے ہیں۔۔ جن کا لازمی اثر انسان کی جسدی ضروریات" پر وارد ہوتا رہا ہے۔ اسی لئے حکمت ازلی نے ہر دور میں انسان کے معیارِ شعور و فہم اور ضروریات جسدی کے لحاظ سے شریعت اسلام میں تدریجی طور پر ارتقاء لایا ہے۔ اور روح اسلام یعنی

(عشق الہٰی اور لا الٰہ الا اللہ کا نصب العین) جو نا قابل تبدیلی رہا ہے اپنی جگہ مستقلاً قائم رہا
ادوار کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ خلفائے الہٰی کے ذریعہ شریعت اسلام میں جو تبدیلیاں لائی گئیں
محض انسان کی سہولت کے لحاظ سے تھیں اس لئے کہ خدائے تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ ـــــ

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (الآیۃ ۲/۱) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (انسان کے لئے) سہو
چاہتا ہے۔ دشواری نہیں۔ پھر فرمایا ولا اکراہ فی الدین ـ دین میں جبر و اکراہ نہیں۔

مگر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جانا چاہیے کہ ایک خلیفۃ اللہ کا لایا ہوا الہٰی قانون اس وقت تک
جوں کا توں نافذ العمل رہے گا جب تک کہ بعد کو آنے والا۔ خلیفۃ اللہ' وحی الہٰی اور حکم الہٰی کی بنا
کوئی تبدیلی نہ لادے۔ کسی خلیفۃ اللہ کی امت کو ہرگز اس بات کا حق حاصل نہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئ
قانون کو اپنی عقل' اپنی فہم اور اپنی ضرورت کے مطابق تبدیل کرے۔ حتیٰ کہ خود خلفائے الہٰی بھی حکم الہٰی
کے بغیر اپنی طرف سے ایسا کرنے کے مجاز نہیں۔ اس لئے کہ خلیفۃ اللہ خدا کا نائب ہوتا ہے۔ جو پیام الہٰی
کو اپنے بندوں تک پہنچانے پر مامور ہوتا ہے بلغ ما انزل الیک (الآیۃ) اور وما انت علیھم
بوکیل (الآیۃ) اس بات پر شاہد ہیں۔ پھر تاریخ انبیاء بھی اس بات کی شاہد ہے کہ جب کبھی کسی
خلیفۃ اللہ کی امت نے اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق خلیفۃ اللہ کے لائے ہوئے الہٰی قانون میں
تبدیلیاں کردیں اس امت پر ہلاکت طاری ہو گئی تو خدائے حکیم نے دوسرے خلیفۃ اللہ کو مبعوث فر
جس نے اسلام کی بجھی ہوئی روح کو از سر نو تازہ کیا اور اس ہلوک امت کا احیاء کیا۔ ساتھ ہی اسلا
متغیر ڈھانچہ کی اس طرح اصلاح فرمائی کہ ایک نئی قوم ایک نئی امت وجود میں آگئی۔ اس طرح ادوا
بدلتے رہے۔ امتیں آتی رہیں۔ خلفائے الہٰی مبعوث ہوتے رہے۔ اور اسلام کے ظاہری ڈھانچہ یعنی شری
میں بتدریج ارتقائی تبدیلیاں آتی رہیں' اور سابقہ شریعتیں منسوخ ہوتی رہیں۔

مہدویت ــــــ روحِ اسلام

نسخ سے مراد ہے کسی دور میں نافذ العمل قانون اور چلتے ہوئے ضابطۂ حیات کو کوئی خلیفۃ اللہ مصلحت ایزدی اور احکام الٰہی کی بنیاد پر روک دے۔ اور وحی الٰہی کی بنا پر اس کی جگہ کوئی نیا قانون نافذ کرے۔

واضح رہے کہ خلفائے الٰہی معصوم ہوتے ہیں۔ ان کو خدائے تعالیٰ خطا سے محفوظ رکھتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کی لائی ہوئی شریعتیں بھی بے نقص ہوں گی۔ بعض لوگوں کا یہ مغالطہ رہا ہے کہ سابق شریعتیں ناقص ہوتی ہیں اس لئے ان کی جگہ ایک کامل شریعت بھیجی جاتی ہے ــــــ واقعہ ایں نیست ہے "نسخ" اور نقص میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نسخ اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ ایک نافذ العمل قانون اور ضابطہ کو کسی مصلحت کے تحت روک دیا جائے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا قانون نافذ کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ سابقہ قانون میں کسی خرابی کے پائے جانے کا احتمال ہو۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ موقع اور ضرورت کے لحاظ سے وہ حکم صحیح تھا۔ اب بدلے ہوئے حالات کے لحاظ سے دوسرا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس "نقص" یہ ہے کہ کسی بات میں خرابی پائی جائے اور اس کو روک کر اس کی اصلاح کی جائے۔

ظاہر ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے قانون میں خواہ وہ کسی بھی خلیفۃ اللہ کے دور کا قانون ہو نقص کا پایا جانا محال ہے۔

ورنہ خدائے تعالیٰ کے حکم کو ناقص ماننا پڑیگا جو صریحاً کفر ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کی لائی ہوئی کتاب (قرآن مجید) ایک مکمل ضابطۂ حیات ـ ایک مکمل دین اور خدا کا آخری کلام ہے۔ اس لئے اس کی کسی بھی آیت میں نسخ کا احتمال نہیں ــــــ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآن ناسخ ہے اس لئے اس کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

غرض خلفائے الٰہی نے حکم الٰہی کی بنیاد پر انقلاب ادوار اور ضروریات جسدی کے اعتبار سے اسلام کے ظاہری ڈھانچہ میں تبدیلیاں لائیے، جن پر ایمان و اعتقاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے لیکن ابتداء سے انتہا تک روح اسلام (یعنے عشق الٰہی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے نصب العین) میں کوئی تبدیلی نہیں

آسکی۔ یہ ناقابل تبدیل رہاہے۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ

لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالک الدین القیم۔	آدم علیہ السلام کا دور بالکل ابتدائی دور تھا اس لئے اس دور کے مطابق احکام صادر ہوئے

جب زمانہ آگے بڑھتا گیا، حالات بدلتے گئے، انسان نے ایک دوسرے کے تعاون سے مل جل کر جینا سیکھ لیا، سماج کی تشکیل ہوئی، گاؤں آباد ہوئے، اور پھر شہر بسنے لگے تو بعد کو آنے والے خلفاء کے ذریعہ شریعتیں بدلتی گئیں۔ مگر روح اسلام تو وہی قائم رہی۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا دور آیا ــــــ اس دور تک انسان کا شعور ایک معیاری سطح کو پہنچ چکا تھا تو اب خدائے تعالیٰ نے اسلام کے ظاہری ڈھانچہ (شریعت) کو بھی مکمل کر دیا ــــ اور فرمایا ــــــ۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔	آج میں نے (خدائے تعالیٰ) نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے

اس آیت کریمہ میں دو باتیں علحٰدہ علحٰدہ واضح طور پر بتادی گئی ہیں۔ (۱) اکملت لکم دینکم (تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا) سے مراد ہے، میں نے (اللہ تعالیٰ نے) اسلام کے ظاہری ڈھانچہ (شریعت) کو مکمل کر دیا۔

(۲) واتممت علیکم نعمتی (اور تمہارے لئے اپنی نعمت کو پورا کر دیا) سے مراد ہے ہم نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا۔ یعنی روح اسلام کو ارتقاء کی معراجی منزل تک پہنچادیا۔

چنانچہ اس صاحب دین ــ صاحب ام الکتاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے اس مقام پر پہنچایا گیا۔ جہاں جبرئیل امین واسطۂ رسالتِ وحیؐ کے پر جل جاتے ہیں اور جہاں اس عظیم المرتبت ہستی کا یہ مقام ہوتا ہے۔

(۱) سید کل صاحب ام الکتاب :: پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب

(۲) گرچہ عین ذات وابے پردہ دید :: رب زدنی از زبان او چکید

۱۔ ترجمہ :۔ کائنات کے سردار اور ام الکتاب یعنی قرآن کی تعلیمات عشق کے مالک حضرت محمد صلعم کے ضمیر پاک کے پردے اُٹھ چکے تھے۔ (۲) اگرچہ آنحضرت کو اللہ تعالیٰ کی عین ذات کا دیدار بے پردہ ہوا، پھر بھی آپ کی زبان مبارک سے یہی طلب جاری تھی کہ اے میرے رب اور زیادہ دیدار عطا ہو

اس صاحب ام الکتاب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو مقام لقاء و دیدار الٰہی کی تعلیم سے مشرف فرمایا تھا۔ آپ کے بعد خلفائے راشدین اور تابعین و تبع تابعین کے دور تک یہ سلسلہ چلتا رہا ــ اسلام کی روح و جسد کا ارتباط بڑی حد تک باقی رہا۔ لیکن سابقہ امتوں کی طرح اس اُمت

کو بھی جب خلیفۃ اللہ سے دوری ہوئی تو حرماں نصیبی کا دور آتا گیا۔ ایک طبقہ نے روح اسلام کو یکسر فراموش کر کے ظاہری ڈھانچہ یعنی شریعت کی حفاظت کا بیڑہ اٹھالیا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر ان کی حکومتیں۔ اور اقتدار کا چلنا ممکن نہیں تھا کیونکہ ان کو مسلمانوں ہی پر حکومت کرنی تھی۔ جو اپنے پاس ایک قانون اور ایک نصب العین رکھتے تھے۔ ایک دوسرے طبقہ نے دیکھا کہ روح اسلام مٹتی جاتی ہے۔ ظاہری ڈھانچہ چاہے اپنی اصلی حالت پر رہے کہ بگڑ جائے۔ کم از کم روح اسلام ہی کا تحفظ کر لیا جائے۔ لہذا ایک دوسرا طبقہ بھی وجود میں آگیا۔ شریعت کا تحفظ کرنے والے علمائے اہل ظاہر کہلانے لگے اور طریقت کا تحفظ کرنے والے "صوفیہ" کہلانے لگے۔ اب ان دونوں طبقات میں تصادم شروع ہوگیا اور ہر ایک نے دوسرے کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کی۔ آخر کار ایک ایسا دور بھی آگیا جب کہ عملاً جسد باقی رہا نہ روح۔ بس اسلام کا نام لینے والی ایک جماعت باقی رہ گئی تھی جو وابستگی کے ناطے اپنے آپ کو مسلمان کہلاتی تھی۔

تاریخ اسلام کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اسلام کے جسد و روح کے درمیان ارتباط کو باقی رکھنے اور اس کو اصلی حالت پر قائم رکھنے کی جدوجہد میں جگر گوشہ رسولؐ امام حسنؓ کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ امام حسینؓ کو نہ صرف اپنی اولاد و انصار کی قربانی دینی پڑی بلکہ خود اپنے حلقوم پر پھرتے ہوئے خنجر اور کلیجہ میں دھنستے ہوئے تیر سے کو برداشت کرنا پڑا۔ اسی طرح رسالت مآب صلعم کے بعد نو سو سال کے طویل عرصہ میں بے شمار اولوالعزم ہستیوں کو اس راہ میں مال، جان اور عزت و وقار کی لاقیمت قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جیسی عظیم ہستی کو صرف اس بات پر برسر عام کوڑے کھانے پڑے کہ حکومت وقت اور امراء و رؤسا اور ان کی ہمنوائی کرنے والے قاضی و علماء کی مرضی کے خلاف آپ اسلامی عقائد کی حقیقی صورت کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھنے پر مصر تھے۔ امت اسلامیہ میں ایک تیسرا طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو ہر قیمت اسلام کی روح اور جسد کے درمیان ارتباط کو اور اس کے حقیقی خط و خال کو اصلی حالت پر باقی رکھنا چاہتا تھا اور یہ برگزیدہ طبقہ اولیاء اللہ کا طبقہ تھا جس نے اس مقصد کے لئے قربانیاں دیتے ہوئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا تھا۔

لیکن قانون ایزدی کے مطابق دسویں صدی عیسوی میں وہ وقت بھی آپہنچا کہ لکل امۃ اجل فاذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون (الآیۃ) ہر امت کے لئے موت ہے جب ان کی موت آجاتی ہے تو نہ ایک گھڑی بڑھا سکتے ہیں نہ ایک گھڑی گھٹا سکتے ہیں۔

اب اولیاء کبار کا طبقہ بھی تقریباً اٹھ چکا تھا۔ مطلق العنان بادشاہتیں علمائے سو کی کٹھ پتلیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ علماء سلاطین وقت اور امراء و وزراء کی مرضی اور سہولت کے مطابق دین اسلام کے احکام کی جیسے چاہتے تاویل و تحویل کر لیتے۔ حکومت کی باگ ڈور دنیا دار حاکموں کے ہاتھوں میں تھی۔

جن کو نہ روح اسلام سے تعلق تھا اور نہ جسد اسلام سے، جو کچھ تعلق تھا وہ صرف حکومت و اقتدار سے تھا۔ اس کے لئے اسلامی طریق و نصب العین میں بڑے سے بڑا تغیر لا دینا ان کے لئے آسان ترین مشغلہ بن چکا تھا۔ صوفیہ و شیوخ کا بھی عموماً یہی حال ہو گیا تھا۔ گویا امت اسلامیہ پر تقریباً ہلاکت طاری ہو چکی تھی۔

حکیم ازلی نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین بھیجا تھا اور ایسا مکمل اور جامعہ دین تھا جو آپ کی ضروریات جسدی اور اقتضاوات روحانی کے لئے صراط مستقیم کی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں یہ بات بھی تھی کہ بعثت رسول ؐ کے بعد قیامت تک کا زمانہ کافی طویل ہو گا، اور اس دور میں آپ ؐ کی امت پر بھی خلیفۃ اللہ سے دوری کی وجہ وہی وقت آئے گا جو کہ سابقہ خلفاء کی امتوں پر آتا رہا ہے۔ لہذا اس امت مسلمہ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ازل میں ہی یہ بات مقدر فرمائی گئی تھی کہ ولایت اللہ کے دو مظہر ہوں، ایک مظہر "خاتم الانبیاء" کا ہو، جو خود محمد رسول اللہ کی ذات تھی اور دوسرا مظہر "خاتم ولایت محمدیہ" کا ہو۔ اس خلیفۃ اللہی وجود کو بحکم الٰہی رسول اللہ صلعم نے "مہدی" کے لقب سے متعارف فرمایا ہے اور آپ کی بعثت کے متعلق متعدد پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ اور پھر بعثت مہدی موعود علیہ السلام کے بعد بھی قیامت تک ایک طویل عرصہ گزرے گا، اور امت مسلمہ پر پھر ایک بار ہلاکت طاری ہونے کے آثار نمودار ہوں گے، لہذا ایک اور خلیفۃ اللہ "مسیح موعود" کی دوبارہ بعثت مقدر فرمائی گئی جو قیامت کے اشراط کبریٰ میں داخل ہے۔

لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی امت مسلمہ کو یہ خوش خبری پہنچائی کہ کیف تھلک امتی انا فی اولھا و عیسیٰ بن مریم فی آخرھا۔ والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا۔ میری امت کیسے ہلاک ہو گی جس کی ابتداء میں میں ہوں، آخر میں ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ اور درمیان میں مہدی علیہ السلام ہیں جو میری اہل بیت سے ہوں گے۔ ————

چنانچہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد نو سو سال کا طویل عرصہ امت مسلمہ کے لئے خلیفۃ اللہ سے ہر جہت بُعدِ بعید کا سبب بنا اور امت پر ہلاکت کے آثار نمودار ہو چکے تھے۔

ہلاکت امت: کسی امت پر ہلاکت اس وقت طاری ہوتی ہے جب کہ اس کا ضابطہ حیات اور نصب العین امت کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی روح فنا ہو جاتی ہے۔ یہی حال امت مسلمہ کا بھی ہوا ہے کہ دسویں صدی ہجری تک اسلام کا ضابطہ حیات (شریعت) علمائے سُو اور غاصبوں کے ہاتھوں عملاً متغیر ہو چکا تھا۔ اور اسلام کی روح (عشق الٰہی اور لا الٰہ الا اللہ کا نصب العین) تقریباً فنا ہو چکی تھی۔ اور ان پر قرآن مجید کی یہ وعید صادق آتی تھی کہ۔

فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم۔

صرف معدودے چند افراد ایسے [illegible] تھے، جن میں عشق کی کچھ بو [illegible] تھی گویا امت پر تقریباً [illegible] ہو چکی تھی۔

بعثت مہدیؑ اور احیائے اسلام:

ایسے میں وعدہ الٰہی

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃٍ انا ومن اتّبعنی (الآیہ)

کہدے (اے محمد) یہ میرا راستہ ہے [illegible] بصیرت (دیدار الٰہی) پر میں [illegible] شخص بھی بلائیگا جو میرا [illegible]

اور وعدہ رسولؐ کیف تھلک امتی الخ کے مطابق وسط امت میں امامنا سیدنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی۔ آپ نے بفرمانِ الٰہی [illegible] کا دعویٰ فرمایا کہ

انا المھدی الموعود خلیفۃ اللہ وانا تابع محمد رسول اللہ من اتّبعنی فھو مومن، ومن انکر بذاتی فقد کفر۔

(بے شک میں اللہ کا خلیفہ اور محمد رسول اللہ [illegible] تابع ہوں۔ جس نے میرا اتباع کیا بس [illegible] ہے اور جس نے میری ذات [illegible] کیا بس وہ کافر ہے)

بحیثیت خلیفۃ اللہ ومامور من اللہ آپ کا دعویٰ تھا کہ

علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم۔

(اللہ کی طرف سے مجھے روزانہ [illegible] کرتی ہے)

چنانچہ آپ کے تمام احکام و فرامین بلا واسطہ وحی الٰہی اور فرمانِ خداوندی پر [illegible] آپ نے فرمایا:۔

ما مذھب نو نیا اوردہ ایم۔ مذھب ما کتاب اللہ واتّباع محمد رسول اللہ

امامنا سیدنا حضرت مہدی موعود صلی اللہ علیہ وسلم نے آیۃ کریمہ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃٍ انا ومن اتبعنی' کی تلاوت فرما کر' بیان فرمایا کہ "من اتبعنی [illegible] رسول اللہ) کا تابع (تام) ہے) سے مراد خاص بندہ کی ذات ہے۔ بندہ کو خدائے تعالیٰ نے دعوت الی البصیرت پر مامور فرمایا ہے۔ جیسا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو مامور فرمایا تھا۔

پھر فرمایا "ما مذہب بصیراں آوردہ ایم" ایک اور موقع پر فرمایا "ما مذہب عاشقاں آوردہ ایم" آپ نے ایک موقع پر عشق الٰہی اور بصیرت کی طرف دعوت دیتے ہوئے انتہائی اثر انگیز انداز میں فرمایا:

ما را برائے دیدن یار آفریدہ اند
ورنہ وجود ما بہ چہ کار آفریدہ اند

غرض امامنا علیہ السلام نے دنیائے انسانیت کو دعوتِ عشق اور دعوت الی البصیرۃ دی اور لَا اِلٰہ الا اللّٰہ کی تعلیم کو نصب العین قرار دیا۔ اور یہ واضح فرمایا کہ بندہ کو خدائے تعالیٰ نے دین اسلام اور روح اسلام کے احیاء کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس میں ساری دنیائے انسانیت کو دعوت اِلی العشق والبصیرۃ دی گئی ہے۔ اور یہ مذہب نجات دہندۂ عالم ہے جس کے مخاطب نہ صرف انسان ہیں بلکہ جنات بھی۔ اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ آیۃ کریمہ ہے۔ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون ــــــ اس آیۂ شریفہ کا مرادِ الٰہی بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وماخلقت الجن والانس الا لیعرفون ـ یعنے جن و انس کو محض خدائے لم یزل کے عرفان کے لئے ہی تخلیق کیا گیا ہے اور یہی ان کا مقصودِ حیات ہے، جو یقیناً موجب نجات عالم ہے۔

لہذا مہدویت روح اسلام ہے۔ اور نجات دہندہ عالم بھی ــــ جس میں انسان کی نہ صرف جسمانی ضروریات کی تکمیل کے لئے رہنمائی کی گئی ہے بلکہ روحانی اقتضاءآت کی تکمیل کی بھی بدرجہ اتم رہبری کا سامان موجود ہے۔ جس میں اس حکم قرآنی کی مکمل تعمیل پائی جاتی ہے۔

من کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً ـ

امام علیہ السلام نے جونپور سے مکہ معظمہ تک، مکہ معظمہ سے ہندوستان تک، اور پھر ہند سے افغانستان تک ہزاروں میل کا تبلیغی سفر پیادہ پا طئے فرماکر، ساری دنیائے انسانیت کو دعوت الی العشق والبصیرۃ دی۔ اور لاکھوں انسانوں نے بفضلِ خدا عملاً اس منزلِ مقصود کا شرف حاصل کیا جہاں بر و گیہا بر ضمیرش بے حجاب کا اطلاق ہوتا ہے ــــ آپ نے "شریعت بے حقیقت" اور "طریقت بے شریعت" کو مجہول نصب العین قرار دیا اور حسب وعدہ قرآنی ــــــ

فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ ـ

قریب میں اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہے۔

ایک تازہ دم قوم موعود کا احیاء فرمایا، جو اپنے پاس دین اسلام کے ظاہری اور باطنی دونوں

پہلوؤں کے حقیقی خط و خال رکھتی تھی۔ یہ وہی قوم موعود ہے۔ جس کی خبر دیتے ہوئے حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

انی لاعرف قوماً ھم بمنزلتی فقال الاصحاب کیف یکون یا رسول اللہ فانت خاتم النبین ولا نبی بعدک فقال لیسوا من الانبیاء ولکن یغبطھم الانبیاء بقربھم ومقعدھم من اللہ تعالیٰ۔ وھم المتحابون فی اللہ

(بے شک میں (رسولؐ) ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزلت پر فائز ہوگی۔ اصحابؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟ جب کہ آپ خاتم النبین ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے اُن کے قرب اور مقام تقریب پر انبیاء رشک کریں گے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت رکھنے والے ہوں گے۔

اما منا حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اس قوم موعود یعنی اپنے اصحابؓ کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ بندہ کی بعثت اس وقت ہوئی جب کہ رسم عادت و بدعت باقی رہ گئی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے اس سے بچانے اور بصیرت کی طرف دعوت دینے کے لئے بندہ کو مبعوث فرمایا ہے۔

غرض حضرت مہدی علیہ السلام نے اسلام کے نصب العین "لا الٰہ الا اللہ" کو از سر نو مستحکم فرمایا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم تک بغیر تغیر و تبدل کے جاری رہا۔

چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "توریت زبور، انجیل اور فرقان (قرآن) کا خلاصہ اس چھوٹے سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں موجود ہے"۔ آپ نے بحکم الٰہی وہ احکام فرض فرمائے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے جسمانی، مالی اور قلبی عبادات روح اسلام سے مزین ہو سکتی ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے نور کی تاثیر کا ظہور ہو سکتا ہے۔ اور مومن بفضل خدا، لقائے رب و دیدار الٰہی کی منزلت پر فائز ہو سکتا ہے۔

حاصل یہ کہ مہدویت "روح اسلام" ہونے کی حیثیت سے "مذہب عشق" بھی ہے اور "مذہب فطرت" بھی ـــ جس کے دامن میں پناہ لینے والوں کے لئے نہ صرف ان کے عصری و اخروی مسائل کا حل موجود ہے بلکہ روحانی آسودگی اور قلبی سکون کا سامان بھی موجود ہے۔ پھر یہ مذہب، آفاقی مذہب ہونے کی حیثیت سے نجات دہندۂ عالم بھی ہے۔ جو سارے عالم کو امن و سکون اور خلوص و محبت کی دعوت دیتا ہے۔

میلادِ امامنا علیہ السلام کے اس مبارک ومسعود موقع پر ہمیں خدائے تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہیئے کہ ... روحِ اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب ہو، ہمارے سینے نورِ ایمان سے منور ہو جائیں اور ہم میں وہ طاقت پیدا ہو کہ ہماری صدائے عشق آفاقِ عالم میں گونج اٹھے۔ اور نجاتِ عالم اور امن وسکون کا باعث بن جائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

معجزاتِ حضرت مہدی موعودؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم : الحمد للہ و[illegible] والصلوٰۃ والسلام علی الخاتمین ذی البینۃ والجنۃ وعلی [illegible] الذین ھم فازوا بالنفس المطمئنۃ ۔ اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید ۔

ما کان لنبیٍ اَن یّاتیِ بایۃٍ اِلّا باذنِ اللہ || یعنی کسی نبی کو [illegible] اللہ کے حکم [illegible] ۔

اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی کے لئے یہ [illegible] طریقے اپنی طاقت سے یا کسی غیر اللہ کسی مدد سے کوئی معجزہ [illegible] یہ ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے مدد حاصل نہیں کرتا ۔ بلکہ وہ [illegible] کرتا ہے اور اسی کی مدد سے نبی کی نبوت کی صداقت کی دلیل کے طور پر [illegible] و قوت الٰہیہ کے ثبوت کیلئے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے ۔ [illegible] روزگار واقعہ جو غیر معمولی و غیر طبعی اور اتفاقی واقعہ ہوتا ہے [illegible] تجویز نظر آتا ہے اور یہ واقعہ عام انسانی طاقت بلکہ جادوگروں کی طاقت سے [illegible] ہوتا ہے ۔ اسی لئے صداقت نبوت کی دلیل بنتا ہے اور یہ [illegible] اس کو کوئی بھی غیر الٰہی طاقت ہزار کوشش کے باوجود توڑ نہیں سکتی ۔ [illegible] سے آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کی نبوت کی دلیل کے لئے [illegible] اخلاق کے علاوہ معجزات بھی ظہور پذیر ہوتے رہے ۔ [illegible] کا ظہور ہوتا ہے ۔ اسی لئے وہ کسی نبی کی ذاتی کوشش سے [illegible] جس وقت مناسب سمجھتا ہے اپنے نبی کے ذریعہ اپنی اس غیر معمولی طاقت کا [illegible] یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے [illegible]

ہے کہ کسی نبی کیلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی یا اپنی طاقت سے معجزہ دکھا
بلکہ معجزہ تو بس اللہ کے اذن اور اسی کی مرضی و قدرت سے ظاہر ہوتا ہے۔
آیت شریف مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ میں لفظ
آیۃ "جو آیا ہے" مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس لفظ کی تحقیق بھی مختصراً
پیش کر دی جائے۔ لفظ آیۃ کے معنی ہیں "نشانی" جو "معجزہ" کے حکم میں ہو۔
خدا کی قدرت اور خدا کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانی ہو یا اس کے نبی
اور اس کے خلیفہ کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہو ایسی نشانی (آیت) کو معجزہ کہتے ہیں
اس واضح ترین تصریح کے علاوہ اس تفصیل سے بھی مزید توضیح ہوتی ہے جو
لفظ آیت کے تعلق سے صاحب "لغات القرآن" نے پیش کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔
"آیۃ" - آیت۔ نشانی، حکم خداوندی، پیغام الٰہی، دلیل، معجزہ۔ آیت کے
معنی اصل میں ظاہری نشانی کے ہیں اور اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں
کہ گویا کلام کے ختم ہو جانے کی علامت ہے۔ بعض اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ
چونکہ آیت کے معنی جماعت کے بھی آتے ہیں اور آیت قرآنی میں حروف کا ایک حصہ جمع ہوتا
ہے اس لئے اس کو آیت کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ اعجاز قرآنی کی نشانی ہے
اس لئے اس کو آیت کہا گیا ہے (لغات القرآن صد ۳۲۱ حصہ اول)
غرض آیت مذکورہ الصدر مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّاتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"
میں "آیۃ" سے مراد معجزہ ہے جو خارقِ عادت، عجوبہ روزگار واقعہ ہوتا ہے جو کسی نبی
کے ہاتھ پر حق کی تائید کے لئے منجانب اللہ ظاہر ہوتا ہے۔
معجزہ کے برخلاف "سحر" ہے۔ جس کے عام معنی "جادو" کے ہیں نبی کے "معجزہ" اور
عام "سحر" میں بظاہر عام نظروں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ دونوں واقعات
عجوبہ ہوتے ہیں اور اچنبھے میں ڈال دینے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے "سحر" اور "معجزہ"
کے فرق کو بھی سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ حق اور باطل کا فرق کھل کر سامنے آجائے
صاحب "لغات القرآن" نے لفظ "سحر" کی جو تحقیق پیش کی ہے۔ اس کے ضروری
اقتباسات اختصاراً پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔
سِحْر :- جادو، جادو کرنا، سَحَرَ، يَسْحَرُ کا مصدر ہے۔ یہ مصادرِ شاذہ میں ہے۔
علامہ ابن خالویہ لغوی نے کتاب لیس میں تصریح کی ہے کہ عربی زبان میں فَعَلَ يَفْعَلُ و فِعْلاً"

کے وزن پر سوائے سَحَر، یسحرہ سحراً اور کوئی مصدر نہیں ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :

سحر ۔ مختلف معانی کے لئے بولا جاتا ہے۔ ① دھوکہ دینا اور بے حقیقت خیالات کا پیدا کرنا۔ جیسے شعبدہ باز کہ جو کچھ بھی کرتا ہے ہاتھ کی صفائی کی بناء پر نظریں بچا کر کرتا ہے اور جیسے کہ چغلخور ملمع کی باتوں کے ذریعہ (جو دوسری طرف سے) کانوں کو بند کر دیتی ہیں۔ کیا کرتا ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے سحروا اعین النّاس واسترھبوھم (انہوں نے باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا) اسی کے متعلق ہے نیز فرمایا۔ یُخَیَّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِھِمْ (اس کے خیال میں آئیں ان کے جادو سے) اور اسی نظر سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر (جادوگر) سے موسوم کیا۔ وقَالُوا یٰاَیُّھَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ (اور کہنے لگے اے جادوگر پکار ہمارے لئے اپنے رب کو)

② شیطان سے کسی طرح کے تقرب کے ذریعہ اس کی معاونت کا حاصل کرنا جیسے کہ ارشاد ہے ۔ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ (میں بتلاؤں تم کو کہ کس پر اترتے ہیں شیطان، ہر جھوٹے گنہ گار پر) اور اسی کے متعلق فرمایا ہے ۔ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ (لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھلائے تھے لوگوں کو جادو)

③ جس کی طرف ان سمجھ (جو بات تک کرنا نہیں جانتے) جاتے ہیں کہ وہ ایک ایسے فعل کا نام ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ اس کی قوت سے صورتوں اور طبیعتوں کو بدلا اور انسان کو گدھا بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اور کبھی سحر سے اس کی خوبی کا تصور ہوتا ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا اور کبھی کام کی باریکی کا چنانچہ اطباء طبیعت کو ساحرہ کہتے ہیں اور غذا کو سحر سے موسوم کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا فعل دقیق اور اس کی تاثیر لطیف ہوتی ہے۔

سحر کی حقیقت پر امام ابو بکر جصاص رازی نے احکام القرآن میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اور علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں اور شاہ

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز میں اور شیخ طنطاوی جوہری نے تفسیر الجواہر میں بڑی سیر حاصل بحثیں لکھی ہیں۔ تفصیل کے لئے ان کا مطالعہ کافی ہے (لغات القرآن جلد سوم صہ ۱۹۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "سحر" محض دھوکہ، نظر بندی اور شئے کا محض تخیلاً بدل ڈالنا ہے۔ یا ہاتھ کی صفائی کے ذریعہ نگاہ کو دھوکہ دینا ہے۔ اس کے برعکس "معجزہ" میں شئے فی الحقیقت بدل جاتی ہے اور واقعہ صریحاً بداہتہً حقیقی ہوتا ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا فی الحقیقت اژدھا بن گیا تھا۔

اس توضیح سے ظاہر ہے کہ معجزہ کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ انسانی جدوجہد کے بغیر منجانب اللہ اس کا ظہور ہوتا ہے اور کرامت کی بھی یہی صورت ہے لیکن معجزہ اور کرامت میں اصطلاحی فرق ہے وہ یہ کہ مدعی خلافت الٰہیہ سے خارق عادت واقعہ صادر ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور نفوس مقدسہ و مطہرہ سے بلا دعوئ خلافت الٰہیہ صادر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

کسی نبی یا خلیفۃ اللہ کی پیدائش سے پہلے یا بعد یا دعوئے نبوت یا دعوئے خلافت الٰہیہ سے قبل کے زمانوں جو خوارق عادات منجانب اللہ ظہور میں آئے ہیں ان کو اگرچہ کہ علائم ارہاصیہ "کہا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ ارہاصات بھی معجزات میں شمار کئے جاتے ہیں۔ چونکہ مہدی موعود علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں جن کی خصوصیت حضرت محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں بیان فرمائی ہے کہ

ان المھدی حجۃ اللہ علیٰ اھل زمانہ وھی درجۃ الانبیاء التی یقع فیھا المشارکۃ	بیشک مہدی اپنے زمانہ پر اللہ کی حجت ہے اور وہ حجت انبیاء کے درجہ سے شارک ہے۔

اور صاحب کشف الحقائق نے لکھا ہے۔

دعوتہ کدعوۃ النبی وحزبہ کحزب النبی وعلمہ کعلم النبی وذاتہ کذات النبی۔	مہدی کی دعوت نبی کی دعوت جیسی ہے اسکی گروہ نبی کی گروہ جیسی ہے اسکا علم نبی کے علم جیسا ہے اور اس کی ذات نبی کی ذات جیسی ہے۔

اسی لئے امامنا علیہ السلام سے جو خوارق عادات ظہور میں آئے ہیں ان کو بھی معجزات کہتے ہیں۔ چونکہ معجزات کا ظہور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے اپنے خلیفۃ اللہ کی تائید میں ظاہر فرماتا ہے اسلئے امامناؑ نے بارہا فرمایا ہے کہ

حجت دادن کار خداوند یست حجت دہد یا نہ دہد بندہ را	معجزہ عطا کرنا خدائے تعالیٰ کا کام ہے عطا کرے یا نہ کرے بندہ کا۔
دریں چہ کار است بر ما تبلیغ فرض است	اس میں کیا دخل ہے۔ ہم پر تو صرف تبلیغ فرض کی گئی ہے۔

یہاں امامنا حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہماری ابتداءً پیشکردہ آیۂ کریمہ سے عین مطابق پایا جاتا ہے کہ " مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰہِ۔ یعنی کسی نبی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی "آیت" یعنی معجزہ دکھائے۔ غرض امامنا سید نا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ کے دعوے کی تصدیق و صداقت کی دلیل کے طور پر بہت سارے معجزات منجانب اللہ و بقوۃ اللہ ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ جن کو دیکھ دیکھ کر بے شمار لوگوں نے آپ کی مہدیت موعودہ کی تصدیق کی ہے اور مشرف بہ ایمان ہوئے ہیں۔ یوں تو امامنا علیہ السلام کی ساری زندگی آیت ہی آیت اور معجزہ ہی معجزہ ہے کیونکہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ کی بھی یہی حالت تھی کہ

وما ینطق عن الھوىٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ	یعنی اور وہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے۔ جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف وہی ہوتا ہے جو آپ کو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔

اسی لئے آپ نے دعویٰ فرمایا تھا۔

علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم	مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ بلا واسطہ تعلیم ہوا کرتی ہے۔

اسی لئے آپ کا ہر قول فعل، حال، عین مطابق قرآن مجید تھا۔ اسی لئے آپ کا دعویٰ تھا کہ بندہ کے قول و فعل اور حال کو قرآن سے مطابق کرکے دیکھو، اگر مطابقت

بتائی جائے تو مہدی موعود سمجھنا ورنہ (نعوذ باللہ) کاذب سمجھنا۔ آپ کا یہ دعویٰ "کان خلقہ القرآن" کے عین مطابق ہے (یعنی آپ کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے) کیونکہ قرآن مجید بھی ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اسلئے اس کے مطابق "باذن اللہ" زندگی کا گذرنا بھی مہدئ موعود کی صداقت کے لئے ایک عظیم ترین معجزہ ہے۔

لہذا آپ کی پوری حیات طیبہ معجزہ ہی معجزہ ہے۔ اس طرح آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ بھی محض معجزہ ہی معجزہ تھی تاہم امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو واقعات معجزات ظاہر ہوئے ہیں ان کا ذکر مندرجہ ذیل کتب مہدویہ میں آیا ہے۔

① نقلیات حضرت بندگی میاں عبدالرشید رضہ ② حجۃ المصنفین ③ انصاف نامہ ④ مولود حضرت میاں عبدالرحمن رضہ ⑤ مطلع الولایت ⑥ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہ نے افضل المعجزات میں ایک سو معجزے جمع کئے ہیں ⑦ شواہد الولایت باب (۳۶) میں چالیس معجزے بیان ہوئے ہیں جن سے چند منتخبات یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ یہاں فارسی عبارتوں کو بھی پیش کرنا طوالت کا موجب ہوگا۔ اس لئے سلیس اردو زبان میں روایات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے:-

معجزہ (۱) پہلا معجزہ جو سب سے پہلے ظہور میں آیا وہ یہ تھا کہ آنحضرت شمس ولایت مہدئ موعود علیہ السلام کی والدہ ماجدہ جو عابدہ صالحہ تھیں۔ انہوں نے ایک رات کے تیسرے حصہ میں یہ معاملہ دیکھا کہ آفتاب پرتاب آسمان سے اتر آیا اور آپ کے گریبان مبارک میں آکر غائب ہوگیا اور ملک قیام الملک جو صاحب حالات وکرامات اہل طریقت سے تھے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ تمہارے اس معاملہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شکم میں خاتم ولایت محمدیہ ہیں۔ یعنے ظہور المہدی ہوگا۔ اس لئے کہ والدہ حضرت رسالت پناہ نے بھی آنحضرت کے دوران حمل مبارک میں یہی معاملہ دیکھا تھا۔ آخرکار، جیسا کہ خاتم النبی صلعم کی والدہ ماجدہ نے دیکھا تھا اور جیسا کہ خاتم الولی صلعم کی والدہ ماجدہ نے دیکھا تھا ویسا ہی ہوا۔ صلی اللہ علیہما وسلم

معجزہ ② دوسرا معجزہ یہ ہے کہ حضرت خاتم ولایتؑ جب شکم مبارک

میں تھے اور مدت حمل چار ماہ ہوئی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ کبھی کبھی غیب سے آواز سنتی تھیں کہ مہدی موعود حق است (یعنے مہدی موعود حق ہے) اور مہدی موعود آمد (یعنے مہدی موعود آیا) نیز روایت ہے کہ یہ آواز حق آپ اپنے شکم مبارک سے سنی تھیں اور یہ بات مشہور ہے۔

معجزہ ③ تیسرا معجزہ یہ ہے کہ جب آنحضرت مہدی موعود علیہ السلام جب اپنی برگزیدہ والدہ کے بطن مبارک سے جدا ہوئے۔ آلودگی اور دیگر کثافت سے پاک و منزہ تھے، جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک و منزہ تھے۔

معجزہ ④ چوتھا معجزہ یہ ہے کہ وہ ولایت پناہ قبلہ گاہ شہنشاہ علیہ السلام بعد تولد اپنے دونوں ہاتھ اپنی شرم گاہ پر رکھے ہوئے تھے۔

معجزہ ⑤ پانچواں معجزہ یہ تھا کہ آپ کے تولد فرمانے کے بعد ایک ہاتف نے آواز دی کہ قل جاالحق وذھق الباطل ان الباطل کان زھوقا دیعنے کہدے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل تو مٹنے ہی والا ہے) یہ ندا دینے والے دراصل خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔

معجزہ ⑥ روایت ہے کہ حضرت شمس ولایت مظہر الہدایت علیہ السلام جب جذبۂ الوہیت میں تھے تو سات سال کے دوران آپ نے کوئی غذا کھائی اور نہ پانی پیا۔ اس کے باوجود فرائض وسنن کی ادائی فرماتے رہے۔ آپ پر پے درپے ایسی تجلیات الوہیت ہوا کرتی تھیں کہ ان سمندروں میں سے اگر کوئی ایک قطرہ بھی کسی ولیٔ کامل پر یا کسی نبی مرسل پر ڈال دیا جاتا تو تمام عمر اس کو کوئی ہوش و آگاہی نہ ہوتی (اسی دوران) خدائے تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے سید محمد اس وجہ سے کہ تجھے خاتم ولایت محمدی بنایا ہے۔ اسی سبب سے تجھ سے فرائض ادا کرا رہے ہیں۔ ہماری یہ منت اور یہ فضل تجھ پر ہے۔

معجزہ ⑦ روایت ہے کہ اس ذاتِ پیغمبر صفات کے پس خوردۂ مبارک کی برکت سے کھارا پانی (آب شور) میٹھا ہوگیا ہے۔ چنانچہ دولت آباد میں تخت گاہ دکن میں روضۂ حضرت سید محمد عارف رح (حضرت مومن عارف رح ولی کامل کے روضہ میں) اور موضع سولہ سا تیسنج میں ایسا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ یہ معجزہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا۔ جو ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے جو حضور پرنور کے معجزات

سے واقفیت رکھتے ہیں۔ فعلیہ الصلوٰۃ والسلام

معجزہ ⑧ روایت ہے کہ آنحضرت مہدی موعود علیہ السلام جب سوکھی لکڑی زمین میں پیر دیتے تھے تو درخت سبز و برگ دار ہو جاتا تھا۔ ایک روز اصحاب میں سے حضرت بندگی میاں شاہ نظام رضؓ نے سوال کیا کہ میرانجی! علماء یہ کہتے ہیں کہ علامت یہ ہے کہ درختانِ خشک، سبز ہو جائیں گے اور (اتفاقاً) اس وقت آپ کے دستِ مبارک میں مسواک تھی۔ آپ نے وہ مسواک زمین میں ٹوپ دی۔ فوراً وہ ہری اور پتوں والی ہو گئی اس کے بعد اس ہمسیر لولاک نے اس مسواک کو زمین سے نکال کر فرمایا کہ میاں نظام! یہ کام بازیگروں کا ہے۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ مہدی کے زمانہ میں مردہ دل، زندہ دل ہو جائینگے

معجزہ ⑨ روایت ہے کہ اس ذات پیغمبر صفات علیہ السلام کو قطعاً سایہ نہیں تھا جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی سایہ نہیں تھا۔ بہت سارے لوگوں نے مہدی موعود علیہ السلام کے اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لایا اور تصدیق کی ہے۔

معجزہ ⑩ اس ذات مبارک کی خوشبو ایسی تھی کہ جو کوئی ایک مرتبہ حضرت کی دست بوسی کر لیتا تھا۔ اس کے ہاتھ سے کئی روز تک وہ خوشبو نہیں جاتی تھی اور ہر اس راستہ میں کہ جس سے اس شہنشاہ اعظم کا گذر ہوتا تھا۔ آنحضرت کی خوشبو کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ گذر چکا ہے (جو انتہائی مشہور ہے)

معجزہ ⑪ روایت ہے کہ اس ذات پیغمبر صفات امام آخرالزماں حضرت امیر جہاں پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی (جیسا کہ آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی) بہت سارے لوگوں نے اس معجزہ کو دیکھ کر آنحضرت مہدی موعودؑ پر ایمان لایا اور تصدیق کی ہے۔

معجزہ ⑫ روایت ہے کہ آنحضرت مہدی موعود علیہ السلام کے کلام کو سننے کے لئے ہر جگہ اور ہر مقام پر بیشمار لوگوں کا اژدھام ہوتا تھا۔ لیکن وہ شخص جو زانو در زانو بیٹھتا تھا اور وہ شخص بھی جو دور تر ہوتا تھا، دونوں حضور کی آواز بیان یکساں سنتے تھے۔

معجزہ ⑬ روایت ہے کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام جس کسی شہر کو جاتے یا جس کسی ریاست میں قدم سعادت اثر رنجہ فرماتے، اسی شہر اور اسی ریاست

کی زبان میں بیان قرآن فرماتے تھے۔
ھذا ہ معجزۃ جمیع الانبیاء والمرسلین کما اخبر اللہ رب العالمین وما ارسلنا من رسولٍ الا بلسان قومہٖ (الآیۃ)

یہ معجزہ سارے انبیاء و مرسلین کا تھا جیسا کہ رب العالمین نے خبر دی ہے کہ "ہم نے کسی رسول کو ایسا نہیں بھیجا جو اپنی قوم کی زبان میں کلام نہ کرتا ہو (الآیہ)

اور حضرات محبوب الکونین خاتمین صلی اللہ علیہما وسلم بر حکم
وما ارسلنٰک الا کافۃً للناس بشیراً ونذیراً"
یعنے ہم نے تجھے سارے انسانوں کیلئے محض بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے (الآیہ)

دونوں کو سارے عالم کیلئے بھیجا گیا ہے۔ اسی بناء پر دونوں حضرات خاتمین علیہما السلام سارے عالم کی زبانوں کے دانا بنائے گئے ہیں۔

معجزہ (۱۴) روایت ہے کہ آنحضرت مہدی موعود علیہ السلام کی پشت مبارک پر "مہر ولایت" تھا۔ جیسا کہ آنحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر بھی "مہر نبوت" تھا۔ اور عکاشہ ابن محض الاسدی نے دید بوسی کی تھی۔ اسی طرح اس مقام پر بندگی میاں یوسف سہیت "مبشر مہدی جو عالم باللہ تھے اور میاں شیخ مومن توکلی جو عاشق اللہ تھے ان دونوں نے دیکھا تھا۔

معجزہ (۱۵) روایت ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کی آمد کی چالیس کوس کے فاصلہ سے ہی اطلاع ہو جاتی تھی اور ساری ریاست میں آواز پھیل جاتی تھی کہ مہدی موعود آتے ہیں اور جس طرف روانہ ہوتے تھے تمام شجر و پتھر منادی کرتے تھے کہ "ھذا مھدی" "ھذا مھدی" (یعنی یہ مہدی ہیں۔ ان لوگوں کو جن کو کہ گوشِ دل حاصل تھا سنتے تھے۔ چنانچہ اس باب میں .... اولوالالباب میں سے ایک محقق فرماتے ہیں کہ ؎

منادی بانگ می گوید بگوید مولیٰ را ؛ ولے بے گوش بے دیدہ چہ شنود بانگ مہدی را

معجزہ (۱۶) روایت ہے کہ پانی، آگ اور شمشیر اور اس کے علاوہ کوئی چیز اس ذاتِ مبارک آنحضرت علیہ السلام پر کارگر نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ میر ذوالنون کے آزمائش کرنے کا واقعہ اوپر گذرا ہے (شواہد الولایت ص۱۵۴) میر ذوالنون کے تلوار چلا کر مہدی علیہ السلام کی صداقت کو آزمانے کا واقعہ "سوانح مہدی موعود" مولفہ حضرت

سید ولی صاحب ہیں جو مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :
جب سرور خاں سپہ سالار فوج فرہ نے سید نا مہدی موعود کی تصدیق کی اور پھر میر ذوالنون گورنر فرہ کے حضور گیا اور کہا کہ قطب الاقطاب حضرت سید محمد جونپوری ہندوستان سے یہاں تشریف لائے ہیں اور اپنے کو مہدی موعود آخر زماں بتاتے ہیں، ہزاروں آدمی آپ کے مطیع و منقاد ہو گئے ہیں۔ نیز قاضی فرہ کے حضور مہدی علیہ السلام پر ظلم و زیادتی کرنے اور اس کے نتیجہ میں اپنے خواب میں آنحضرت محمدؐ کو انتہائی غیض و غضب کے عالم میں دیکھنے کا واقعہ بیان کیا۔ نیز کہا کہ اسکے نتیجہ میں خود اسکے پیٹ میں شدید درد پیدا ہو گیا تھا۔ حضور مہدی موعودؑ کے پس خوردہ مبارک سے فی الفور شفا ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا اور کہا کہ حضور کو میں نے فی الحقیقت مہدی موعودؑ مان لیا ہے اور تصدیق بھی کی ہے۔ یہ سن کر میر ذوالنون نے کہا کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ علماء کو جمع کرنا اور ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اگر وہ کاذب ہے (نعوذ باللہ) تو اسکا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ اسکے بعد میر ذوالنون نے کوتوال کو حکم دیا کہ ہم ان سید کے پاس ان کے دعوے کی تحقیق کیلئے جاتے ہیں۔ حکومتی آلات لے کر تم اس مقام پر حاضر رہو اور علماء نے بھی کہا اگر وہ دعوے میں سچا ہے تو گھبرا جائیگا۔ اس حکم کے ساتھ ہی سارے شہر میں شہرت ہو گئی کہ سید مہدی اور ان کی جماعت کا اب خاتمہ ہوا جاتا ہے۔
غرض حکومتی آلات حضرت کی قیام گاہ کے قریب نصب کیے گئے۔ کوتوال جلاد کو لیکر اس مقام پر آکر ٹہر گیا اور بعض فقرا بھی گھبرا گئے۔ اور حضور امامنا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں۔ ہم کو کوئی خوف نہیں ہے۔ اس طرح میر ذوالنون کی سواری بڑی دھوم دھام سے پہونچی شہنائی اور نقارے بجنے لگے۔ اس وقت حضرت سیدنا امامناؑ اپنے حجرے کے روبرو تشریف فرما تھے۔ کلام اللہ کا بیان فرما رہے تھے۔ بہت بڑا مجمع بیٹھا ہوا تھا۔ میر ذوالنون قریب تر گھوڑے پر سوار آیا۔ سپاہیوں اور چوبداروں نے مجلس وعظ میں بھی راستہ کشادہ کرنے کیلئے اصحاب و مہاجرین پر دست درازی کی۔ کسی کو دھکہ دیا۔ کسی کو کوڑا مارا۔ کسی کو لکڑی سے، کسی کو تلوار کے قبضہ سے کسی کو بھالے کی نوک سے ہٹایا جانے لگا۔ غرض جابرانہ قہر و غضب کے ساتھ آگے آیا۔ حالانکہ اہلکاروں نے ایک سنہری شاہانہ جگہ میر کیلئے سنوار رکھی تھی۔ لیکن حضرت سیدنا امامنا مہدی موعودؑ نے اس کی ذرا بھی پروا نہ کی۔

بیان قرآن میں جس طرح مشغول تھے اُسیطرح مشغول رہے۔ مجلس وعظ میں میر ذوالنون جگہ چیرتا، لوگوں کو ہٹاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جوں ہی حضرت کی نگاہ مبارک میر پر پڑی فرمایا "اے میر جہاں جگہ پاؤ بیٹھ جاؤ۔ معلوم نہیں حضور کے اس فرمان کا میر پر کیا رعب و دبدبہ غالب ہوا کہ وہ اسی مقام پر بیٹھ گیا۔ حضرت سیدنا امامناؑ نے آیۂ کریمہ اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاء ھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون" پر بیان فرمایا۔
اس کے بعد سیدنا مہدی موعودؑ نے میر ذوالنون کو اپنے قریب بلایا۔ میر نے ہمت کے ساتھ عرض کیا میں نے سنا ہے کہ مہدی کی علامتوں کے منجملہ یہ بھی علامت ہے کہ اس کو تلوار نہیں کاٹے گی۔ اس پر حضرت مہدی موعودؑ نے اپنے سامنے رکھی ہوئی اپنی تلوار اس کے حوالے فرمادی اور فرمایا کہ لو مارو۔ میر نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ ایک ہی وار کرے مگر اس کا ہاتھ اوپر کا اوپر ہی شل ہو گیا۔ پھر دوبارہ میر نے تلوار چلائی اس وقت بھی ہاتھ شل ہو گیا۔ تیسری دفعہ میر ذوالنون نے پھر تلوار چلائی، پھر اس کا ہاتھ شل ہو گیا مگر حضرت سیدنا امامنا علیہ الصلوٰۃ و السلام نے انتہائی کریمانہ رافت سے معجزہ دکھلایا جس سے میر ذوالنون کا ہاتھ درست ہو گیا اور فرمایا کہ تلوار کا کام کاٹنا ہے۔ آگ کا کام جلانا ہے اور پانی کا کام ڈبوتا ہے۔ لیکن روایت کا مطلب یہ ہے کہ مہدی موعود پر کوئی غالب نہ ہو گا۔ ملا نور نے جو میر کے ہمراہ تھے پکار کے کہا کہ واللہ یہی مہدی موعود آخرالزماں ہیں۔

تصدیق و تلقین :— اسی وقت میر ذوالنون اور ملا نور تصدیق و تلقین سے مشرف ہو گئے۔ اسکے بعد میر نے عرض کیا کہ میں مہدیؑ کا غلام ہوں اور ناصر و مددگار ہوں۔ ضرورت کے وقت نصرتِ مہدی میں مدد کروں گا۔ یہ سن کر جناب سیدنا مہدی موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مہدی اور مہدویوں کا ناصر خدائے تعالیٰ ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے نفس پر تلوار چلاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ مہدی اور مہدویوں کو اللہ کے سوا کسی امر سے محبت نہیں ہے۔ دنیا اور دنیا کے زیب و زینت سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہر حالت میں ہم کو خدا کی طلب ہے۔ ہمارا ناصر خدا ہے — اس پُر تاثیر تقریر نے حاضرین مجلس کے پر جوش ولولوں میں اور بھی

اثر کیا۔ جس سے سینکڑوں آدمی، جن کو خدا کی طلب تھی اور محبت تھی۔ حضرت سیدنا امام علیہ السلام کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ پھر میر ذوالنون نے حضرتؑ سے رخصت حاصل کی اور فرط شوق سے روز آنہ حضرت کی مہمانی کا سامان گزراننے لگا۔ تین روز تک آپؑ نے میر کی دعوت قبول فرمائی۔ پھر اس کے بعد نامنظور فرمایا۔

میر ذوالنون نہایت عاقل اور عالم اور بہادر شخص تھا۔ اس لئے کڑی آزمائش کی اور اس کے بعد تصدیق و ایمان سے مشرف ہو گیا اور اسکے سبب سے بہت سارے لوگ مشرف بہ ایمان ہوئے (ملخص از سوانح مہدی موعود صـ۲۴۱ تا صـ۲۴۳)۔

معجزہ (۱۷) روایت ہے کہ خراسان کے راستے میں چند منزلوں تک پانی نہیں تھا صحابہؓ نے حضور کو معلوم کیا کہ پانی نہیں ملتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اصحاب امام اولوالالباب کے سر پر ایک پر آب ابر پیدا ہو گیا۔ بارش ہوئی۔ سارا معرا پر آب ہو گیا ہر ایک اپنی مراد کے مطابق اس پانی سے سیراب ہو گیا۔ کئی روز تک جہاں راستہ میں پانی نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح سے حق تعالیٰ کی عطا سے ہر وقت پانی کی حاجت جب کبھی ہوتی بقدر حاجت بارش ہو کر گڑھے پُر ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پانی والے علاقہ میں مع اصحاب امام الابرار پہونچے۔

معجزہ (۱۸) آیت اظہر و حجت انور و معجزہ بزرگ تر، امام البحر والبرکا یہ تھا کہ جنگ بدر ولایت، وقوع پذیر ہوئی۔ جنگ مذکور کو بہ فرمان رب غفور، سید السادات بدر منیر، سراج کبیر، سلطان نصیر، بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے بارہا آنحضرت پیشین گوئی فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام لشکر مشرق و مغرب تمہارے مقابلہ کیلئے آئے تو پہلے روز تمہارے سامنے سے بفرمان خدائے عزّ و جلّ شکست کھا کر بھاگیں گے اور دوسرے روز کی جنگ میں سید الشہداءؓ کی شہادت کی خبر آنحضرت مہدی موعودؑ نے دی تھی نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ "مرد باشید" یعنے مرد بنے رہو۔ خوشی مناؤ کہ خدائے تعالیٰ نے بار ولایت محمدیؐ تم کو عطا فرمایا ہے۔ جہاں کہ بار ولایت مصطفیٰؐ کا بوجھ آپڑا ہے۔ سر جدا، تن جدا، اور پوست جدا ہو گا۔ نیز آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اگر بندہ مہدی موعود ہے تو یہ صفت ذات بندہ تم سے ہو کر رہے گی۔ بے شک آنحضرت مہدی موعود علیہ السلام صادق الوعد تھے (سچے وعدے والے) جیسی خبر حضور نے دی تھی۔ ویسا ہی معاملہ وقوع میں آیا اور حجت مہدی موعودؑ اسی معجزہ

قاطعہ پر تمام ہوئی اور اسی ایک معجزہ میں کئی معجزے آنحضرت کی مہدیت کے ثبوت پر صادر ہوئے ہیں۔

حجتِ مہدی برو گشتہ تمام ۔ ۔ یعنے حجت مہدی ہوئی اس پر تمام

بے شک اس بیان میں کھلی نشانیاں اور قطعی شہادتیں ہیں۔ جو مہدی علیہ السلام کے صدق پر ظاہر و عیاں ہیں۔

فبایِ آیۃٍ بیّنۃٍ وشہادۃٍ قاطعۃٍ تؤمنون بعدھا۔؟ فبایِ آلاءِ ربکما تکذبان۔؟

یعنے پس اس کے بعد تم کس معجزۂ بیّنہ اور کس شہادت قاطعہ (قطعی شہادت) پر ایمان لاؤ گے؟۔ اور پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"؟

(شواہد الولایت مطبوعہ۔ ص ۴۲۵)

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ آمین۔

یعنی اے اللہ تو ہمیں حق کو حق کی حالت میں دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما۔ اور باطل کو باطل کی حالت میں دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

فصلوٰۃ وسلاما علی الخاتمین وعلی آلھما و اصحابھما اجمعین۔

صدیق ولایت

حضرت امامنا سیدنا سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی خدمت اقدس میں بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ کی پہلی مرتبہ حاضری کے موقع پر، جو بھی واقعات ظہور میں آئے تھے، اس سلسلہ میں صاحب "تاریخ سلیمانی" نے کچھ مزید تفصیلات درج کی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "مجھے میاں سید علیؒ سے یہ سماع حاصل ہے کہ سالک کے تین مقامات ہوتے ہیں۔ فنا فی الشیخ" فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ نہے قابلیت طالبؓ، و نہے کمال تاثیر نظیر مطلوبؒ کہ بہ یک نظر، بندگی میاںؓ کو تینوں مقامات حاصل ہو گئے۔ صـ ۲۲۔

صاحب "حدیقۃ الحقائق" المعروف بہ "دفتر" فرماتے ہیں کہ اس کے بعد امامنا حضرت خاتم ولایت علیہ الصلوٰۃ السّلام نے اس آیۃ کریمہ "اللہ نور السموٰات والارض" کو رکوع کے آخر تک حضرت بندگی میاںؓ کے حق میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

برادرم سید خوندمیر! خبر شما حق تعالیٰ در کلام خویش (قرآن مجید) دادہ است کہ "اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔

برادرم سید خوندمیر! حق تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں تمہاری خبر دی ہے کہ "اللہ نور السموات والارض الخ" یعنے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال گویا ایک طاق کی ہے۔ جس میں چراغ ہو۔

دریں جا فرمودند کہ "مراد از مشکوٰۃ" سینہ شما ست و مرادِ "مصباح" تجلیاتِ ذات حق و نور معبود مطلق است۔

اس مقام پر فرمایا کہ "مشکوٰۃ" (یعنی وہ طاق جس میں چراغ رکھا جاتا ہے) سے مراد تمہارا سینہ ہے۔ اور "مصباح" (چراغ یا قندیل مراد قندیل کا شعلہ) سے مراد تجلیات ذات حق اور نور معبود مطلق ہے۔

المصباح فی زجاجۃ۔ دریں جا فرمودند مراد از "زجاجۃ" دل شما ست

"المصباح فی زجاجۃ" (چراغ ایک شیشہ یا حباب میں ہے) اس مقام پر فرمایا کہ "زجاجۃ" سے مراد تمہارا دل ہے۔

الزجاجة کانہا کوکب دری یوقد
من شجرة مبارکة "
دریں جا فرمودند کہ مراد از شجرہ مبارکہ ذات
بندہ است کہ بر آسمانِ چہارم نام ایں بندہ
سید مبارک است۔

زیتونة - لا شرقیة - ولا غربیة
یعنے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ
نار - نور علی نور -

دریں جا فرمودند کہ ذات شما تمام قابلیت فیض
رب العزت بے واسطگی داشت، خواست
کہ خود بخود روشن شود، فاما بواسطہ مہدی
نور علی نور گشت

یہدی اللہ لنورہ من یشاء دریں
جا نقلست کہ بندگی حضرت امیر علیہ السلام چنانچہ
آیات کا لفظ من عام را دعوی خاص بر ذات
خود بر حکم فرمان رب العزت فرمودند مثلاً

" الزجاجة کانہا کوکب دری الخ
(اور وہ شیشہ (حباب گویا ایسا ہے جیسا کہ
چمک دار درخشاں ستارہ ہو۔ جو ایک شجرہ مبارکہ
سے روشن کیا جاتا ہو۔ اس مقام پر فرمایا کہ
"شجرۂ مبارکہ" (درخت مبارک) سے مراد
بندہ کی ذات ہے کہ آسمان[۲۳] چہارم پر اس
بندہ کا نام سید مبارک ہے۔
زیتونة (زیتون کا شجرہ مبارک)
لا شرقیة ولا غربیة
(نہ اسے مشرق ہے نہ مغرب)
یعنے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ
(یعنے جدھر رخ کرو ادھر اللہ ہی اللہ ہے)
یکاد زیتہا یضیئ ولو لم تمسسہ
نار - قریب ہے کہ اس کا تیل از خود بھڑک
اٹھے خواہ اسے آگ مس بھی نہ کرے۔
"نور علی نور" نور پر نور ہے۔
اس مقام پر فرمایا کہ تمہاری ذات بے واسطگی
(کے باوجود) فیض رب العزت سے۔ (مستفیض
ہونے کی) پوری پوری قابلیت رکھتی تھی چاہیے
تو یہ تھا کہ خود بخود روشن ہو جاتی مگر مہدی
(موعود) کے واسطے سے نور علی نور ہو گئی۔
یہدی اللہ لنورہ من یشاء (اللہ
جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا
ہے) اس مقام پر روایت ہے کہ حضرت مہدی
موعود علیہ السلام نے چند آیات (قرآنیہ) کے

۲۳۔ سبع سموات، سات آسمانوں کے وجود پر عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ سائنسی مسلمات کی روشنی میں اس
فقیر نے ایک مقالہ تیار کیا ہے۔ انشاء اللہ اس کی اشاعت عمل میں آئے گی۔

ہمچناں دریں جا مقید فرمود کہ مراد لفظ "من" یھدی اللہ لنورہ من یشاء" خاص برادرم سید خوندمیرؓ است۔

"من" (جو شخص) کو عام ہونے کے باوجود فرمانِ رب العزت کے حکم سے اپنی ذات کے لئے خاص فرمایا ہے۔ مثلاً "انا ومن اتبعنی (میں اور وہ جو میرا تابع (تام) ہے۔ اور (دوسری) آیات میں جیسے "فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعنی" (کہدو اے محمد (صلعم) کہ میں اپنا رخ اللہ کے لئے تسلیم کرلیا ہے۔ اور وہ بھی جو میرا تابع (تام) ہے اور ایک آیۃ میں (من' خاص ہے) "ومن بلغ" (جسے (قرآن) پہنچے۔

اسی طرح اس مقام پر (لفظ من' یعنے جو شخص کو مقید فرمایا ہے۔ لفظ مَن' یھدی اللہ لنورہ من یشاء (اللہ جسے چاہے اپنے نور کے لئے ہدایت فرماتا ہے) سے مراد خاص برادرم سید خوندمیرؓ ہیں ص۲۴۔

یہی روایت قوم کی دوسری مشہور و متداول کتابوں میں بھی اجمالاً یا تفصیلاً بیان ہوئی ہیں۔ امام الکائنات کے اس بیان اور بشارات کے بعد حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کی خدمت میں ہی رہیں۔ اس پر آنحضرت نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ برادرم سید خوندمیر! اب تم جاؤ' جہاں بھی رہو' بہرحال تم بندہ کے پاس ہی ہو۔ تمہیں خدائے تعالیٰ اپنے مقصود کی خاطر لے آئے گا۔ اور اپنے دین کو روشن فرمائے گا ص۲۵

روایت ہے کہ حضرت ملک برخوردار' جب بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم سے پالکی میں سوار کرکے گھر لے آئے تو بندگی میاںؓ کو اس عالم کا کوئی شعور نہ تھا۔ جذبہ الوہیت میں مستغرق تھے۔ اس کے بعد حسب معمول کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ اور نہ کسی سے بات چیت کرتے تھے۔ بس جذبہ حق میں مستغرق رہا کرتے تھے اور جب کبھی ہوشیار ہوتے اور خود کو اپنے گھر میں پاتے اسی وقت حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی خدمت میں چلے آتے اس پر ملک برخوردار متعجب تھے کہ حضرت مہدی کی خدمت میں ان کے سامنے سینکڑوں لوگ مرید ہوچکے تھے۔ مگر کسی پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔

ص۲۴: دفتر اول قلمی۔ ص۲۵ ملخص از شواہد الولایت ص۱۳۹ و حدیقۃ الحقائق جلد ۱ قلمی

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی ننھال امرائے باڑی وال

صاحب "حدیقۃ الحقائق" المعروف بہ "دفتر" لکھتے ہیں کہ یہ نقل بطور تواتر چلی آئی ہے کہ تمام امرائے "باڑی وال" حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے معتقد خاص رہے ہیں۔

اس حد تک کہ اس حلقہ کے سب سے زیادہ سربرآوردہ فرد، ملک مبارز الملک صوبہ دار پٹن، بندگی میاںؓ کے انتہائی معتقد اور عاشق زار تھے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

کرات و مرات می فرمودند اگر میاںؓ دعوئ بینۂ آخر زماں بکنند ما تصدیق می کنیم ملا۲۶

(ملک مبارز الملک) اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے کہ اگر بندگی میاںؓ "بینۂ آخر زماں" ہونے کا دعوی کریں تو ہم تصدیق کریں گے۔

پھر حضرت شاہ برہانؒ فرماتے ہیں۔

زیرا کہ بندگی میاںؓ بعینہ سیرت و صدیق آخر زماںؑ بود۔ بنا بر تمام قابلیت بیّنہ داشت

اس لئے کہ بندگی میاںؓ بعینہ مہدی آخر زمانؑ کی سیرت اور صدیقیت کے حامل تھے۔ جس کی وجہ سے بیّنہ کی پوری قابلیت رکھتے تھے۔

امامنا سید نا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی دی ہوئی ایک بشارت میں بھی بندگی میاںؓ کی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ذات ستما تمام قابلیت فیض رب العزت بے واسطگی داشت وخواست کہ خود بخود روشن شود، فاما بواسطہ مہدیؑ نور علیٰ نور گشت

تمہاری ذات رب العزت سے بے واسطہ فیض حاصل کرنے کی پوری قابلیت رکھتی ہے۔ اور چاہتی تھی کہ خود بخود روشن ہو جائے۔ لیکن مہدی موعودؑ کے واسطہ سے نور علیٰ نور ہو گئی۔

اسی بنا پر دکن کے ایک مایۂ ناز شاعر حضرت توفیق مرحوم نے اس خصوصیت کو نہایت ہی بلیغ انداز میں پیش کیا ہے۔

خوندمیرؓ تیرا خلیفہ با اجلال\
پہنچا ہے تیری ذات[۲۷] میں تا حدِ کمال\
وا افضل ہے تیری ذات ہیں ایسا شہ دیں\
ہے نام میں بھی تیرا سالِ وصال[۲۸]

ملا۲۶۔ ملک مبارز الملک کا یہ خیال، ان کی قیافہ شناس نگاہ، اور بندگی میاںؓ سے والہانہ عقیدت و محبت کا نتیجہ تھا (نقیر مہدائی)

ملا۲۷۔ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۲۸ ہے۔ سن وصال حضرت مہدی موعود علیہ السلام

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ حسنِ اتفاق سے آپ کی پیدائش کے وقت ایسا نام رکھا گیا تھا جس کے اعداد حروفِ ابجد کے حساب سے (۹۱۰) ہوتے ہیں۔ خوندمیر ۹۱۰ جو باعتبار ہجری حضرت امام الکائنات بینۂ آخرزماں امامنا مہدی موعودؑ کا سن وصال ہے۔

چنانچہ جب باڑی والوں نے سنا کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ صدیق ولایت حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرید و تلقین ہوگئے ہیں۔ تو اس قبیلہ کے تمام چھوٹے بڑے افراد امام علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوگئے۔ گجرات میں کوئی دوسرا قبیلہ اس قبیلہ کی طرح مشرف بہ تصدیق امامؑ نہیں ہوا ہے۔ اور نہ مہدی موعودؑ نے سوائے اس خاندان کے کسی اور کے حق میں اتنی بشارات عطا فرمائی ہیں۔ تفصیل کا یہ محل نہیں ہے۔ ۲۹ ؎

روایت ہے کہ باڑی والوں کے جدا مجد ملک یعقوب صوبہ دار پٹن تھے۔ جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ یہ سب امراء و اعزاء شہر بیانہ کے قریب موضع "باڑی" میں رہا کرتے تھے۔ اسی بنا پر ان کو "باڑی وال" کہا جاتا ہے ۔ یہ معزز قبیلہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی ننھیال ہے۔

صاحبِ سوانح مہدی موعودؑ نے "پٹن گجرات کے باڑی وال امراء" کے زیر عنوان صفحہ ۲۴۶ تا صفحہ ۲۵۷ امرائے باڑی وال کا کہیں اجمالاً اور کہیں بالتفصیل تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ملکِ یعقوب صوبہ دار پٹن کے آٹھ فرزند تھے۔

۱۔ ملک محمد ۔۲۔ ملک نصیر الدین ۔۳۔ ملک مودود شاہ ۔۴۔ ملک یوسف ۔ ۵ ۔ملک عیسٰی ۔ ۶۔ ملک وزیر الدین ۔ ۷ ۔ ملک بہنا مین ۔۸۔ ملک احمد

ملک یعقوب کے تیسرے فرزند ملک مودود شاہ کی دختر لواتاج بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی والدہ ماجدہ اپنے وقت کی بڑی عابدہ و صالحہ بی بی تھیں۔

یوں تو تمام امراء باڑی وال نے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح دین مہدی کی خدمت و اشاعت میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا ہے۔ مگر حضرت بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہؓ حضرت بندگی ملک نحینؓ اور حضرت بندگی ملکِ حمادؓ فرزندان ملکِ احمد کو دورِ ولایت میں خاص مقام حاصل رہا ہے۔

چونکہ امرائے باڑی وال سلطنت گجرات میں مناسب جلیلہ پر فائز تھے اور کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے اس لئے مہدی موعود پر ان کے ایمان لانے کے بعد گجرات میں مہدویت کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ اور بے شمار لوگوں نے امام علیہ السلام کی تصدیق کا شرف حاصل کیا۔

اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحبِ شواہد الولایت لکھتے ہیں ۔

---

۲۹ ؎ ملخص از حدیقۃ الحقائق جلد ۱ ۔ ۳۶

ان فی ذالک لآیات بینات و شھادات قاطعات علی صدق امام آخرالزمان ؑ۔ فبای آیةٍ بینةٍ و شھادةٍ قاطعةٍ بعد ھا تومنون فبأیِّ آلاء ربکما تکذبان ۳۱؎

بے شک اس میں امام آخرالزماں ؑ کی صداقت پر معجزانہ نشانیاں اور قطعی شہادتیں موجود ہیں۔ پس اس کے بعد تم کس آیۃ بیّنۃ (کھلی نشانی) اور کس شہادت قاطعہ پر ایمان لاؤ گے؟ اور پھر تم (اللہ تعالیٰ کی) کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

باڑی والوں کے لئے "امرت بیل" کی بشارت

روایت ہے کہ حضرت امام آخرالزماں مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمباڑی والوں کے حق میں فرمایا کہ یہ "امرت بیل" ہیں۔ ہندی زبان میں "امرت" کے معنی ہیں "آبِ حیات" اور "بیل" درخت کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ یعنے "درخت آبِ حیات" اس آیۂ کریمہ کے تحت ہے۔

من عمل صالحا من ذکرٍ او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ۳۲؎

مردوں اور عورتوں میں جو عمل صالح کرے۔ اور وہ مومن ہو، تو ہم اس کو یقیناً حیات طیبہ عطا کریں گے (یعنے حیات طیبہ پر باقی (زندہ جاوید) رکھیں گے)

حضرت شاہ برہان رحؒ لکھتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ جماعت باڑی وال جو صاحبِ اعمال صالحہ؛ افعال ستودہ اور مبشر بزبان محبوب ذوالجلال ؑ ہے۔ کیونکہ "درخت آب حیات وایمان" نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اس درخت کی اصل (یعنی جڑ) "صدیقین" ہیں۔ چنانچہ اس اصل کی اصل ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ ہیں جو انبیاء میں "صدیق" ہیں۔ . . . . اور دوسری اصل امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو اولیاء میں "صدیق" ہیں۔ پھر خود بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ بشر امام مہدی موعود ؑ اسی قبیلہ کے فرد ہیں۔ اور بندگی ملک الہداد رضؓ اور بندگی ملک حماد رضؓ صدیقین صدیق ولایت رضؓ ہیں۔

لہٰذا یہ قبیلہ "امرت بیل" یعنے "درخت آبِ حیات وایمان" کی بشارت سے مشرف ہو تو اس میں تعجب کی بات نہیں ۳۳؎ اس سے ظاہر ہے کہ اس قبیلہ کے ہر اس فرد کو جس کی زندگی حسب آیۂ شریفہ "حیاتِ طیبہ" کی مصداق ہو، اس کو "امرت بیل" ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

۳۱؎ شواہد الولایت صہ ۱۴۰ ۳۲؎ دفتر اول غیر مطبوعہ ۳۳؎ تلخیص از دفتر اول۔

حضرت بندگی میاںؓ کے نانا ملکِ نصیر الدین المخاطب بہ مبارز الملک صوبہ دار پٹن کا مہدی موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہونا

"شواہد الولایت" اور "سوانح مہدی موعودؑ" میں رقوم ہے کہ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پٹن تشریف لائے تو اس وقت ملکِ یعقوب صوبہ دار پٹن کے آٹھ فرزندوں میں سے ایک فرزند ملکِ نصیر الدین بقیدِ حیات تھے۔ اور اپنے والد کے عہدہ پر فائز تھے۔ جنھیں سلطنتِ گجرات کی طرف سے "مبارز الملک" کا خطاب اور دو ہزار گھوڑوں کی وزارت ملی تھی۔ اور شہر نہروالہ (پٹن) کی مالگزاری بطورِ تنخواہ آپ کو دی جاتی تھی۔ ملکِ مذکور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے معتقد اور عاشق زار تھے۔

جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت بندگی میاںؓ امام علیہ السلام کے مرید و تلقین ہو گئے ہیں اور آپ کے ہمراہ ہجرت کرانے والے ہیں، تو بندگی میاںؓ کو از راہِ محبت اپنے مکان کے بالاخانہ میں نظر بند کر دیا۔ تاکہ بچھڑ نہ جائیں۔ اور وہ خود امام الکائناتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملاقات کی اور واپس ہو گئے۔ گھر واپس ہو گئے۔ گھر واپس آکر اپنے برادرزادوں سے کہا "سبحان اللہ" اس ہستی کے چہرہ مبارک پر کیسی شجاعت غایاں ہے! اور بال بال مایگی یعنے دلیری سے معمور ہے"۔

روایت ہے کہ دوسرے روز جب ملکِ برخوردارؓ حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آں حضرتؑ نے اپنی زبان دربار گوہر نثار سے استفسار فرمایا کہ ملکِ مبارز الملک نے یہاں سے واپس جاکر کیا کہا؟ — ملکِ برخوردارؓ نے جو کچھ واقعہ تھا عرض کر دیا۔

اس پر حضرت میراں علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ :-

آرے ملکِ ہمچناں مردے شجاع و دلیر است مثالِ بندہ خدا ہمچو آئینہ است، ہر کہ می آید روئے خود می بیند۔ ملک آمدہ روئے خود دیدند

ہاں! ملک ایسے ہی مرد شجیع اور بہادر ہیں بندہ خدا (یعنے امامؑ) کی مثال گویا ایک آئینہ کی سی ہے۔ جو بھی آتا ہے۔ اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔ ملک نے بھی آکر اپنا چہرہ دیکھا ہے۔

صاحب "سوانح مہدی موعودؑ" نے "مبارز الملک بہادر ملکِ نصیر الدین" ملکِ یعقوب" کے زیرِ عنوان ایک ذیلی سرخی "تصدیق" قائم کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ۔

"ملک مبارز الملک نے بازی و بیانہ دانوں کی تالیف قلوب اور یہ دانت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ جناب سید محمد مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوئے۔ مگر پٹن کے

---

۳۴ شواہد الولایت ص ۱۴۳

صوبہ دار اور سلطنت کے مدار المہام اور امیر الامرا تھے۔ سلطنتی امور میں بکثرت مشغول رہتے تھے۔ جس کے سبب حضوری خدمت سے جناب سید ناؑ کے قاصر رہا کرتے تھے۔ اور رنگِ عقیدت بھی عادتاً ہر شخص کا ایک نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو اعلیٰ درجہ کی عقیدت ومحبت والے تھے۔ ان کو اس امر میں ٹھیک نہیں سمجھتے تھے۔[۳۵]

صاحب "شواہد الولایت" فرماتے ہیں کہ ملک مبارز الملک نے امام علیہ السلام کی تصدیق کی ہے یا نہیں؛ اس سلسلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض لوگ ان کے ناجی ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور بعض اس کے برعکس . . . . جو لوگ ان کی نجات کا اعتقاد رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ آخری عمر میں ان کو تصدیق نصیب ہوئی تھی اس کے بعد بکتے ہیں کہ ۔

فاعلم ایھا المصدق ! انا اقول واللّٰہ اعلم بالصواب واعتقادنا فی النجاۃِ علی تصدیق المھدی امام اولی الالباب فقط[۳۶] ۔	حال لے اے مصدق! میں کہتا ہوں کہ واللہ اعلم بالصواب (اللہ تعالیٰ حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے) اور ہمارا اعتقاد تو ان کی نجات بر ہے اس بنا پر کہ انھوں نے امام اولو الالباب مہدی موعودؑ کی تصدیق کی ہے۔ اور بس

حضرت شاہ برہانؒ نے "دفتر اول" میں بھی ملک مذکور کے مشرف بہ تصدیق امامؑ اور ناجی ہونے کا اعتقاد ظاہر فرمایا ہے۔

امامؑ کا دعوی موکدہ اور بندگی میاںؓ کی تصدیق اولین

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بندگی میاں سید خوندمیرؓ اپنے مکان میں مستغرق وجاذب بہ حق رہا کرتے تھے۔ اور جب حالت صحو (ہوش) میں آتے تو بے قراری واضطراب کے عالم میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جایا کرتے تھے۔

اسی اثنا میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو حکومت کی جانب سے اخراج کا مراسلہ وصول ہونے سے پہلے ہی خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہجرت فرمانے کا حکم ہو چکا تھا۔ اس لئے آپ نے بحکم خدا پٹن سے بڑلی کی طرف ہجرت فرمائی۔

چونکہ مبارز الملک بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ اس لئے انہیں ڈر ہوا کہ بندگی میاں بھی حضرت امام علیہ السلام کے ہمراہ ہجرت کر جائیں گے۔ اسی اندیشہ سے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو اپنے مکان کے بالاخانہ میں نظر بند کر دیا تھا۔

آخر کار جب بندگی میاںؓ میں تاب فراق باقی نہ رہی اور ادھر سے امام علیہ السلام کی کشش روحانی

---

[۳۵] سوانح مہدی موعود صفحہ ۲۴۹ ۔ [۳۶] "شواہد الولایت" صفحہ ۱۴۳

نے بے قرار کر دیا تو آپ رسّی کے ذریعہ بالاخانہ سے نیچے اتر آئے ۔ اور بیٹن سے بڑلی مہدی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچ گئے ۔ یہ کشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی ۔ چنانچہ صاحب شواہد الولایت نے لکھا ہے کہ ۔ (اس وقت) حضرت مہدی علیہ السلام کھرنی کے درخت کے نیچے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے ۔ دوشنبہ کا دن اور سوا پہر یا بہ روایت دیگر چاشت کا وقت تھا ۔ . . . کسی نے آنحضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میراں جی ! میاں سید خوندمیرؓ آ رہے ہیں ۔ یہ سُن کر حضرت میراںؑ بہت مسرور ہوئے ۔ اور چند قدم آگے بڑھ کر آپؑ نے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا استقبال فرمایا ۔ اور انھیں گلے سے لگا لیا ۔ اور ان الفاظ سے بشارت عطا فرمائی کہ

برادرم سید خوندمیر بیائید خوش آمدید حق تعالیٰ مقصودِ خود بخود میکند ۔	برادرم سید خوندمیر آؤ تمہارا آنا اچھا ہوا اللہ تعالیٰ اپنا مقصود خود پورا فرماتا ہے ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اظہار دعویٰ موکدہ کے لئے یہ مصلحت ایزدی آپؓ کی آمد کا انتظار تھا ۔ اسی موقع پر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کو امامؑ نے سلطاناً نصیراً یعنی ناصر ولایت مصطفیؐ ہونے کی بشارت عطا فرمائی ۔ اس وقت بندگی میاں خوندمیرؓ کی عمر شریف اٹھارہ سال ہو چکی تھی ۔ اس موقع پر امامنا علیہ السلام نے یہ بشارت ان الفاظ میں عطا فرمائی کہ ۔

ذات شما سلطاناً نصیراً ناصر ولایت مصطفیٰ است محمد مصطفیٰ برائے نصرت ولایت خود ناصر خواستہ بودند کہ " واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً " مراد ازیں ذات شماست [۳۷]	تمہاری ذات سلطانِ نصیراً ناصر ولایت مصطفیٰ ہے ۔ محمد مصطفیٰ نے اپنی ولایت کے لئے ناصر کی دعا کی تھی ۔ و اجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً ۔ اس سے مراد تمہاری ذات ہے

پھر بحکم الٰہی حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے دعویٰ موکدہ کا اظہار فرمایا ' تو تصدیق ولایت بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور تمام صحابہؓ نے بہ آواز بلند " آمنا و صدقنا " کہا [۳۸]

حضرت امامنا علیہ السلام نے اس موقع پر قطعی تعین شخصی کے ساتھ دعویٰ موکدہ کا اظہار فرمایا ۔ سیرت امامؑ کے قدیم ترین ماخذ " مولود " مولفہ حضرت بندگی شاہ عبدالرحمنؓ میں دعویٰ موکدہ کے الفاظ یہ نقل کئے گئے ہیں کہ ۔

" انا المہدی الموعود خلیفۃ اللہ
و انا تابع محمد رسول اللہ ۔ من اتبعنی فھو مومن و من انکر بذاتی فقد کفر [۳۹]

---

[۳۷] اس بشارت کا ذکر نقلیات میاں سید عالم " شواہد الولایت " " انتخاب المو الید باب ۶ " اخبار الاسرار باب ۲ میں موجود ہے ۔

[۳۸] ملخص از شواہد الولایت صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۹ " مولود " حضرت شاہ عبدالرحمنؓ صفحہ ۸۶ ۔

"سبیر مسعود" میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے اس موقع پر بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا استقبال فرمایا۔ آپ کے حق میں سلطاناً نصیراً ہونے کی بشارت عطا فرمائی اس کے بعد لکھتے ہیں :۔

آپؑ نے استقبال کر کے فرمایا کہ بہت اچھا ہوا تم "آگئے" تمہاری ذات ولایت مصطفیٰ کی سلطان النصیر ہے۔ یعنی غالب مددگار ہے۔ سید خوندمیرؓ کے حاضر ہونے کے بعد حضور موعودؑ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔ ... (اس کے بعد دعوی موکدہ کا اظہار فرمایا) سید خوندمیر اور دیگر صحابہ اور مہاجرینؓ نے "آمنا وصدقنا" کہہ کر بیعت کی۔[1]

دعوی موکدہ کے موقع پر سب سے پہلے بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا "آمنا وصدقنا" کہنا نقلیات میاں سید عالمؒ میں بھی مذکور ہے۔

صاحب حدیقۃ الحقائق حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کے دعوی موکدہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امامنا علیہ السلام نے بہ شوق قبول کیا۔

بوست مبارک خود بہر دو انگشت مبارک خویش گرفتہ اشارہ نمودند کہ ایں ذات مہدی موعود برحق است۔ اول مظہر ایمان بندگی میاں صدیق میاں علیہ الرضوان ایمان آوردند و تصدیق کردند" و نیز جملہ اصحابؓ برگزیدگانِ ملک الوہاب آمنا وصدقنا گفتند کہ عددِ ایشاں علیہم الرضوان سہ صد و شصت صحابہ خواص بودند و عوام را عدد معلوم نیست[2]

اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے پوستِ مبارک کو پکڑ کر اشارہ فرمایا کہ " یہ ذات مہدی موعود برحق ہے" (اس پر) اولاً مظہر ایمان وصدیق میاں بندگی میاں علیہ الرضوان نے ایمان لایا اور تصدیق کی۔

اور نیز جملہ اصحاب برگزیدگانِ ملک الوہاب نے بھی اسی وقت آمنا وصدقنا کہا۔ جن کی تعداد تین سو ساٹھ ۳۶۰ تھی۔ یہ صحابہ خاص تھے۔ اور عوام کی تعداد معلوم نہیں۔

---

[1] سیر مسعود ص ۶۵

صدیق ولایت

ہجرت و معیّتِ خلیفة اللہ

۹۰۵ھ میں بڑلی کے مقام پر امام علیہ السلام کے دعویٰ موکدہ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ و دیگر اصحاب کی تصدیق کے مذکورہ واقعہ کے بعد امامنا علیہ الصلوٰة والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قصبۂ بڑلی سے ہجرت فرمائی۔ یہیں سے بندگی میاں سید خوندمیرؓ بھی آپ کے ساتھ ہوگئے [۴۲] بڑلی سے نکل کر تقریباً آٹھ منزل کے فاصلہ پر بمقام جالور حضرتؑ نے قیام فرمایا۔ وہاں سے آپ جیسلمیر پہنچے۔ جیسلمیر سے ناگور تشریف لے گئے۔ قیام ناگور کی تفصیلات "شواہد الولایت" اور دیگر کتب سیر میں موجود ہیں۔ شہر ناگور ہی میں حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰة والسلام نے بفرمان پروردگار پہلی مرتبہ قاتلوا و قتلوا کی خبر دی۔ چنانچہ حضرت بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام جب ناگور پہونچے تو اپنی ذات کی مہدیت کی حجّت پر آیۂ کریمہ " فالذین ھاجروا و اخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیل و قاتلوا و قتلوا " اس طرح پڑھی کہ

فالذین ھاجروا شدہ و اخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیل شد و قاتلوا و قتلوا ماندہ است ماشاء اللہ خواہد شد۔ ایں حکم مذکور در ناگور شد فاما مبہم فرمودند۔ اظہار معاملہ نہ کردند ہمہ اصحاب زمرۂ اولوالالباب شنیدند لیکن تشخیص نہ شد کہ ایں صفت ذات بندہ بفلاں کس خواہد شد [۴۳]

فالذین ھاجروا (جن لوگوں نے ہجرت کی) ہوچکا۔ واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی (اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں ایذا دیئے گئے) ہوچکا اور قاتلوا و قتلوا (قتل کئے اور قتل ہوئے) باقی ہے۔

---

[۴۲] حدیقة الحقایق۔ جلد ۲ غیر مطبوعہ

[۴۳] " " " " یہ روایت تاریخ سلیمانی قلمی میں اور نقلیات میاں عبدالرشید صفحہ ۱۹۲ پر بھی مذکور ہے۔

انشاء اللہ ہو جائے گا۔ حکم مذکور
ناگور میں صادر ہوا۔ مگر آپؑ نے مبہم
انداز میں بیان فرمایا۔ اظہار معاملہ نہ کیا
تمام اصحاب اولوا الالباب نے سنا
لیکن تحقیق نہ ہوئی کہ یہ صفتِ بندہ
(یعنے صفتِ امامؑ) فلاں شخص سے
پوری ہوگی۔

امامناؑ نے اس آیۂ کریمہ میں مومنین کی جو صفات بیان ہوئی ہیں انہیں بحیثیت اکمل المومنین، اپنی مہدیت موعودہ کے ثبوت کے طور پر اپنی ذات مقدس پر منطبق فرمایا۔ لیکن چوتھی صفت (قاتلوا و قتلوا) ابھی ظہور میں نہیں آئی تھی۔ اسلئے اس کی تکمیل کی پیشین گوئی فرمائی۔ لیکن اس بات کو ابھی مبہم رکھا کہ یہ صفت کس طرح پوری ہوگی۔ یہاں اس آیۂ کریمہ کا ابتدائی بیان تھا۔ آگے چل کر امامناؑ نے اس آیت کی توضیح مزید فرمائی ہے اور اپنی صفت ذات کے بدل کا تعین شخصی بھی فرمادیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ناگور سے حضرت امام علیہ السلام نے سندھ کی طرف ہجرت فرمائی۔
روایت ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ ناگور سے سندھ کی سرحد تک ہجرت کے دوران استغراق حق اور تجلی ذات مطلق کی وجہ سے بے خود رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر انتہائی بھیانک جنگل میں امام علیہ السلام کے قافلہ سے پیچھے رہ گئے۔ اسی عالم میں تین دن گذر گئے اور آپ نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ اچانک آپ نے دیکھا کہ ایک شخص اپنی بیٹھ پر ایک فربہ بکرا لئے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ خدا نے بھیجا ہے۔ کھائیے [44] صاحب "مطلع الولایت" نے لکھا ہے کہ ایک سفید ریش بزرگ نے مذبوح اور پوست کندہ بکرا لاکر دیا اور کہا کہ یہ خدائے تعالیٰ نے بھیجا ہے [45] بکرا آپ کے حوالے کر دینے کے بعد وہ بزرگ غائب ہوگئے۔ بندگی میاںؓ کے ساتھ دو تین اشخاص اور تھے [46] تذکرۃ الصالحین کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ تین دن تک بندگی میاںؓ اس جنگل

---

[44] دفتر اول [45] مطلع الولایت ص۶۶، [46] دفتر اول

میں تنہا تھے۔ بکرا قبول کرنے کے بعد آپ کچھ دور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو تین برادر اور بھی قافلہ سے چھوٹ کر حیران ہیں اور ان پر بھی تین دن گذر چکے ہیں۔ اس جنگل میں آگ تھی نہ آگ جلانے کے اسباب۔ اسی فکر میں تھے کہ خدا کی قدرت سے ایک خشک درخت کو آگ لگ گئی اور ایک طرف ایک درخت کے نیچے کچھ نمک نظر آیا۔ بکرے کو آپ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تناول فرمایا کچھ دیر بعد وہی بزرگ پھر آئے۔ اور کہنے لگے کہ اس راستہ سے جلیئے۔ آپ کا قافلہ اسی راستہ گیا ہے۔ اس کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور آپ کے ہمراہی حضرت ولایت پناہؑ کے قافلہ کے گذرنے سے جو گھاس پائمال ہوئی تھی اسے نشان بنا کر اسی راستے روانہ ہوئے۔ جس راستے حضرت کا قافلہ گذرا تھا۔ آگے چل کر گھاس اونچی ہونے کی وجہ پھر ایک بار راستہ گم ہو گیا۔ وہاں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد آواز آنے لگی کہ ھذا المھدی الموعود، ھذا المھدی الموعود؛ ھذا خلیفۃ اللہ اس آواز کی مدد سے حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں جا پہونچے ۴۷؎۔

امام علیہ السلام شہر کاہہ سے ہوتے ہوئے نصر پور پہونچے۔ اس مقام کی تفصیلات شواہد الولایت اور دیگر کتب سیر میں بھی مذکور ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں نعمتؓ، میاں عبدالمجیدؓ، میاں شیخ محمد کبیرؓ اور میاں یوسفؓ کو اپنے اہل و عیال کو لانے کیلئے گجرات روانہ فرمایا میاں لاڈ شاہؓ نے عرض کیا کہ میاں نعمتؓ کا قبیلہ وسیع ہے انہیں واپس آنے نہیں دیگا۔ ارشاد ہوا کہ میاں نعمتؓ مرد ربانی ہیں۔ ہر گز نہیں ٹھہریں گے۔ بندگی میاں نعمتؓ نے عرض کیا کہ بندہ بیوی کا حق ان کے حوالے کر کے آیا ہے۔ بندہ کو اپنی خدمت سے دور نہ فرمائیں۔

حضور نے ارشاد فرمایا، جاؤ اور آنے والوں کو لے آؤ۔ بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے عرض کیا کہ بندہ کو بیوی بچے نہیں ہیں۔ بندہ کو کس لئے روانہ فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ جاؤ اس میں خدائے تعالیٰ کا کچھ مقصود ہے ۴۸؎، صاحب دفتر"

۴۷؎ مولود بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ و حدیقۃ الحقایق

۴۸؎ مولود بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ

نے اس روایت کو یوں لکھا ہے کہ ولایت پناہ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کے حکم سے سلطان نصیر، بدر منیر بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ برادرم سید خوندمیر! تم بھی گجرات جاؤ۔ بندگی میاں اس وقت مجرّد تھے۔ عرض کیا کہ میرانجی! بندہ کو گجرات جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور کوئی کام بھی نہیں ہے۔ حضرت میرانؑ نے فرمایا کہ

در رفتنِ شما چیزے مقصودِ خدا است شما بروید۔ — تمہارے جانے میں کچھ مقصود خدا ہے تم جاؤ

بندگی میاں نے عرض کیا۔ میرانجی جو بھی فرمائیں۔ بندہ بہ سر تسلیم قبول کرتا ہے اس کے بعد بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ اور بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ وغیرہ گجرات کی طرف روانہ ہوئے۔ روایت ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی روانگی کے وقت بعض اصحاب امام نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ میرانجی! میاں سید خوندمیر کو جانے مت دیجیئے۔ ان کے رشتہ دار صاحبِ ثروت ہیں۔ واپس آنے نہیں دیں گے۔

حضرت امیر علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ۔

بندہ بفرمان خدائے تعالیٰ می فرستد باز خدائے تعالیٰ از بہر روشن کردن دینِ خویش می آورد

بندہ بفرمان خدائے تعالیٰ بھیج رہا ہے خدائے تعالیٰ اپنے دین کو روشن کرنے کے لئے انہیں دوبارہ واپس لائے گا۔

حضرت امام علیہ السلام نے نصر پور سے بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے ذریعہ بندگی میاں سید سلطان کے لئے، جو بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کے چھوٹے بھائی تھے اپنی ذات کی چادر مبارک روانہ فرمائی اور بندگی ملک الہداد رضؓ کو بھی اپنی چادر مبارک سے مشرف فرمایا۔ بندگی ملک حمادؓ کو دستار مبارک اور بندگی میاں سید خانجی کو اپنی ذات کا جامۂ مبارک روانہ فرمایا۔ ان سب بندگوں کے حق میں جو بشارات صادر ہوئی ہیں بر سر موقع بیان کی جائیں گی۔

بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کی روانگی کے بعد حضرت امام آخر الزمانؑ نے نگر ٹھٹھ کی طرف ہجرت فرمائی اور بندگی میاںؓ گجرات آگئے اور میران پیٹن میں باڑی والوں کا جو باغ تھا اس میں اقامت فرمائی [۵۰]۔

---

[۴۹] دفتر اول۔ اسی مفہوم کی روایت ان کتابوں میں بھی درج ہے۔ انصاف نامہ باب ۸، تذکرۃ الصالحین باب ۱، انتخاب المو الید باب ۲، خاتم سلیمانی گلشن ۱۶، چمن ۱، شواہد الولایت باب ۵۔

[۵۰] حدیقۃ الحقائق جلد ۱۔

باڑی والوں کے باغ سے متعلق صاحب "سراج منیر" (۱۹۳۳ء) حضرت مولانا سید قطب الدین صاحبؒ اہل پالنپور کی تحقیق یہ ہے کہ۔

یہ باغ حیدر واؤ (واؤ "بمعنی باؤلی) کے نام سے مشہور تھا۔ نام بگڑ کر اب "حائد واؤ" کہلاتا ہے۔ اس زمانہ میں گجرات کے امراء کسی بزرگ کے زیر پائیں دفن نہ ہو کر علی العموم اپنے ہی باغ میں مسجد تعمیر کر کے اس کے زیر سایہ یا محلہ میں مسجد بنا کر فنائے مسجد میں دفن ہوتے تھے۔ بندگی میاںؓ کے نانا ملک یعقوب باڑی والؒ مبشر مہدی علیہ السلام بھی اپنے اسی باغ میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد مصدقین مہدی علیہ السلام اسی باغ میں دفن کئے جانے لگے۔ بندگی میاںؓ کی شہادت کے وقت پٹن شریف میں اس کے سوائے مہدویوں کا کوئی دوسرا قبرستان نہیں تھا (اور اب بھی نہیں ہے) اس لئے حضرت صدیق ولایتؓ کے سراطہر کے استخوان کا مزار مبارک بھی یہیں بنا۔ جس کی وجہ سے اگلے پچھلے سب کے سب سلطانِ قبرستانؓ کے زیر سایہ آگئے۔ آج سے سات سال قبل زمین کھود دینے پر پختہ پایا نکلا تھا (یہ پایہ خاکسار نے دیکھا تھا) اور اب بھی عمدہ عمدہ پتھر زمین سے برآمد ہو کر اپنی قدامت کا پتہ دے رہے ہیں۔ سنہ ۱۳۴۹ھ میں خطیرہ کے زینہ کے پاس چھوٹا کنواں کھدواتے وقت دس فٹ نیچے پختہ تعمیر کی علامتیں نظر آئی تھیں۔ مسجد بھی ملک یعقوبؒ المبشر بہ "امرت بیل" کے زمانے کی یعنی ساڑھے پانچ سو برس پہلے کی بنی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے باہر کی زمین چڑھ کر اب تمام احاطہ حوض نما ہو گیا ہے۔ ۵۱

فقیر راقم الحروف (مضمون نگار) نے چند سال قبل یہ خطیرہ اور مسجد دیکھی اور حضرت پیر و مرشد والد ماجد مدظلہ کے ساتھ نماز میں ادا کرنے کا شرف حاصل کیا ہے یہ پختہ مسجد آج بھی جوں کی توں موجود ہے اور اپنی قدامت کا پتہ دیتی ہے غالباً بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے شہر پیراں پٹن کی آبادی کے باہر جس باغ و مسجد

---

۵۱ سراج منیر ص۳

میں قیام فرمایا تھا وہ یہی ہے۔

صاحب دفتر اول نے لکھا ہے کہ "جماعت باڑی وال" جو امام علیہ السلام کے مصدق اور بندگی میاں رض کے محب و مخلص تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو سب نے آکر ملاقات کی اور اپنے گھریلو واقعات بیان کئے۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمائے۔ بندگی میاں رض نے فرمایا کہ بندہ تم سے ملاقات کے لئے نہیں آیا ہے۔ بندہ کو حضرت میرانجی نے ایک کام کے لئے بھیجا ہے جو مقصود خدائے تعالیٰ ہے۔ سب نے کہا بہتر ہے۔ جب تک کہ مقصود خدا پورا ہو، بجائے دوسری جگہ ٹھہرنے کے اپنے غلاموں پر کرم فرمایئے اور اپنے قدیم مکانات میں تشریف لایئے۔ لہذا بندگی میاں سید خوندمیر رض اپنے قدیم مکانات میں بمقام پیران پٹن تشریف لے گئے اور بندگی میاں شاہ نعمت رض نے شہر احمد آباد کے اندر محلہ تاج پورہ میں احمد شہ قدن کے دائرہ میں اقامت فرمائی۔ اس مقام پر اٹھارہ ماہ قیام رہا ہے[۵۲]

اسی دوران ملک مبارز الملک نے بندگی میاں سید عطن کے کار خیر (شادی) کا انتظام شروع کیا۔ اس وجہ سے کہ بندگی میاں رض نے اس مدت میں ملک مذکور سے ملاقات نہیں کی تھی اور ملک اس فکر میں تھے کہ شائد اپنے چھوٹے بھائی کے کار خیر میں حضرت اس قدر مصروف رہیں کہ ملاقات کا موقع میسر آجائے۔

روایت ہے کہ ایک روز بندگی میاں رض اپنے مکان میں موجود تھے۔ ملک مبارز الملک نے تمام اقربا کو حاضر کیا اور آپ کے برادر خورد کی شادی کے جو شاہانہ لوازم تھے وہ آپ کے سامنے پیش کروائے تاکہ آپ اس کے ملاحظہ میں مشغول ہو جائیں اور خود مبارز الملک اس بہلنے بندگی میاں سے ملاقات کے کے لئے آگئے۔

حضرت بندگی میاں فوراً مکان سے باہر چلے گئے۔ اس طرح ملک مذکور کو ملاقات کا موقعہ نہ مل سکا۔ ●●

---

۵۲ حدیقۃ الحقایق جلد ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت پیر و مرشد مولانا میاں سید عبدالحئی عرف حافظ میاں صاحب کے سانحۂ ارتحال پُر ملال پر

غمِ رحلت

آہ عبدالحئیؒ کا جس دم ہو گیا ہے انتقال
قوم کا ہر فرد گویا ہو گیا غم سے نڈھال

حضرتِ مرشد میاںؒ کے لختِ دل نورِ نظر
آپ کی رحلت سے شق ہے آج ہر اک کا جگر

اک خدا والے کی رحلت حشر سے کچھ کم نہیں
کونسا دل ہے کہ جس دل میں بپا ماتم نہیں

آپ نے تبلیغ کی ہے دینِ حق کی بالیقیں
آپ نے دُہرایا پیغامِ امامُ العالمیں

خاندانی سلسلہ پایا ہے تشریف الٰہی
واقفِ اسرارِ حق شمعِ شعور و آگہی

دین کی پابندیوں پر آپ نے رکھی نظر
خدمتِ قومی میں تھے مصروف تم شام و سحر

پاسبانِ دین و ایماں حق شناس و بے ریا
مرکزِ انسانیت تنویرِ ذکرِ لا الٰہ

آپ نے الٹا کتابِ دائرہ کا ہر ورق
فقر و فاقہ اور توکّل کے دیئے سب کو سبق

آپ عالم آپ مرشد صاحبِ ارشاد تھے
قابلِ تعریف گویا آپ کے اجدا تھے

آپ کی تحریر میں تقریر میں وہ شان تھی
عظمتِ انسانیت ہر لفظ پر قربان تھی

آبروئے علم و حکمت عظمتِ فکر و خیال
آپ کے دامن میں تھی ایماں کی دولت لازوال

مہدیٔ موعودؑ کی سیرت بیاں کرتے رہے
اپنی ملت کا ہمیشہ آپ دم بھرتے رہے

آپ کی قربت سے ذرّے ماہِ کامل بن گئے
آپ کے فیضِ نظر سے کتنے قابل بن گئے

چھپ گیا ہے ماہتابِ معرفت ہائے ضمیر
کر کے قلبِ قوم کو تاریکیٔ غم میں اسیر

از: جناب خواجہ محمد ضمیر صاحب ضمیر حیدرآبادی

(مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار)